جولائی ۱۹۹۱ء

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوتؐ
ملتان

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

- الٰہی! میں عثمانؓ سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔
- عثمانؓ! خداوند تعالیٰ تمہارے اگلے پچھلے ظاہر اور چھپے اور روزِ قیامت تک ہونے والے تمام گناہوں کی مغفرت فرمائے۔
- عثمانؓ میری اُمت میں سب سے بڑھ کر شرمیلے اور باعزت آدمی ہیں
- عثمانؓ جنتی ہیں۔
- عثمانؓ شرمیلی طبیعت کے آدمی ہیں ملائکہ بھی ان سے شرماتے ہیں۔
- عثمانؓ جنت میں میرے رفیق ہوں گے۔
- عثمانؓ خداوند تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، دنیا سے تم مصیبت اٹھاؤ گے لیکن دنیا والوں کو تم سے کوئی مصیبت نہ ہو گی
- عثمانؓ میرے بعد تم ابتلا کے دور سے گزرو گے لیکن مقابلہ ہرگز نہ کرنا
- عثمانؓ تم دنیا میں بھی میرے ولی ہو اور آخرت میں بھی۔

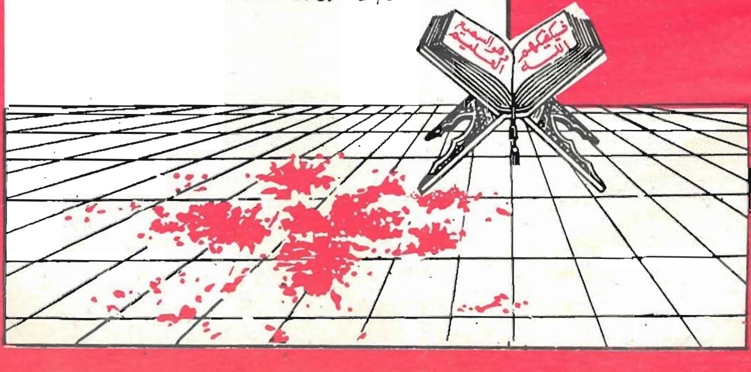

امیر المؤمنین خلیفہ راشد سیدنا عثمان ذو النورین رضی اللہ عنہ

شہادت سے قبل باغیوں سے آخری خطاب

میں تم لوگوں کو قسم دے کر پوچھتا ہوں، سچ کہو!

کیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر بیر رُومہ خرید کر اس کا پانی تمام مسلمانوں کے لئے وقف نہیں کر دیا تھا؟ مسجد نبوی تنگ تھی۔ اس میں سب نمازی نہیں سما سکتے تھے، کیا میں نے اس کی ملحقہ زمین خرید کر اس کی توسیع نہیں کی؟ جب جیش عسرہ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امداد کی اپیل کی تو کیا اس وقت میں نے جیشِ عسرہ کی مکمل تیاری کا بندوبست نہیں کیا تھا اور کیا اس پر مسرور ہو کر حضور نے مجھ کو جنت کی بشارت نہیں دی تھی؟ تمام لوگوں نے بیک زبان جواب دیا۔ ہاں!

پھر آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔

اے اللہ! تو گواہ رہ

آپ نے باغیوں کو مخاطب کر کے فرمایا!

اگر تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو تو اس کے جواز کی دلیل کیا ہے؟ میں نے تو اسلام سے پہلے بھی نہ کبھی شراب پی، نہ کبھی زنا کیا اور نہ کسی کو قتل کیا۔

اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو پھر اس کے بعد کبھی تم میں باہم محبت نہ ہو گی، ہمیشہ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہو گے اور تمہاری اجتماعیت ختم ہو جائے گی۔

ابن حبان ۵۴۳،

طبری ج ۴ ص ۳۷۲

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

رجسٹرڈ نمبر، ایل ۸۷۵۵

ذوالحجہ ۱۴۱۱ھ
جولائی : ۱۹۹۱ء
جلد ۲ شمارہ ۷

رئیس التحریر : ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری
مدیر : سید محمد کفیل بخاری

سرپرست اکابر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہٗ
مولانا محمد اسحٰق صدیقی مدظلہٗ
مولانا حکیم محمود احمد ظفر مدظلہٗ
مولانا محمد عبداللہ مدظلہٗ
مولانا عنایت اللہ چشتی - مدظلہٗ
مولانا محمد عبدالحق - مدظلہٗ

رُفقاءِ فکر

— سید عطاء المؤمن بخاری
— سید عطاء المھیمن بخاری
— سید عبدالکبیر بخاری
— سید محمد ذوالکفل بخاری
— سید محمد ارشد بخاری
— سید خالد مسعود گیلانی
— عبداللطیف خالد ● اختر جنجوعہ،
— عمر فاروق عمر ● خادم حسین
— قمر الحسنین ● بدر منیر احرار

زرِ معاونت اندرونِ ملک

فی پرچہ :	سالانہ :
۶/= روپے	۶۰/= روپے

بیرونِ ملک

سعودی عرب، عرب امارات مسقط، بحرین، عراق، ایران، مصر، کویت، بنگلہ دیش، انڈیا، امریکہ، برطانیہ، تھائی لینڈ، ہانگ کانگ، برما، نائیجیریا، جنوبی افریقہ، شمالی افریقہ ۳۰۰/ روپے سالانہ پاکستانی

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ [شعبۂ تبلیغ] عالمی مجلسِ احرارِ اسلام

دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان (پاکستان) فون : ۲۸۱۴۷

ناشر: سید محمد کفیل بخاری، پرنٹر: تشکیل احمد اختر مطبع: تشکیل نو پرنٹرز پرانی غلہ منڈی ملتان مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

آئینہ

اداریہ	مدیر	۳
خلافت	مولانا عبدالحق چوہان	۷
شہید اعظم رضؓ	شاہ بلیغ الدین	۱۲
سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ (نظم)	پروفیسر عاصی کرنالی	۱۹
سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ (نظم)	علامہ اثر زبیر لکھنویؒ	۲۰
حضرت اویس بن عامر قرنی	حاصل مطالعہ	۲۲
جمہوریت	مجید لاہوریؒ	۲۵
نظم	محمد اکرم نائب	۲۷
امامت و خلافت	جناب حکیم محمود احمد ظفر	۲۸
تفسیر اور مفسر	مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی	۳۳
پانی پت کی چوتھی جنگ ؟	پروفیسر کریم بخش نظامانی	۳۴
زباں میری ہے بات ان کی	خادم حسین	۳۸
چکوالی فتنہ	مولانا قاضی شمس الدینؒ	۴۰
بے بنیاد لوگوں کے نام	سید ضمیر جعفری	۵۲
امریکی سفارت کار کا دورۂ ربوہ	مولانا اللہ یار ارشد	۵۳
محرم میں فسادات کیوں ؟	محمد اشرف علی	۵۵

دل کی بات

گزشتہ دنوں لاہور اور شیخوپورہ کے دو خاندانوں کے انیس افراد جن میں معصوم بچے بھی شامل تھے کو جس بے دردی سے ذبح کیا گیا وہ سفاکی، ظلم و بربریت اور شقاوت و درندگی کی تاریخ کی بد ترین مثال ہے۔ وطن عزیز میں ڈاکوؤں قاتلوں اور ظالموں کا راج ہے، لاقانونیت کا دور دورہ ہے اور حکومت امن وامان قائم کرنے میں بری طرح ناکام ہو چکی ہے۔ وڈیروں جاگیرداروں اور مجرموں کے علاوہ ہر شخص کی زندگی غیر محفوظ ہے گزشتہ چند برسوں میں اس قسم کی جتنی بھی وارداتیں ہوئی ہیں ان کے مجرم آج تک گرفتار نہ ہوسکے حد تو یہ ہے کہ ملکی دفاع کے اہم اور حساس مراکز سے لیکر عام شہری کے گھر تک ہر جگہ تخریب کاروں کی زد میں ہے اور وہ جب چاہیں جہاں چاہیں کارروائی کرجاتے ہیں۔

حکومت کا دعویٰ ہے کہ یہ انڈین اور کابل ایجنٹوں کی کارروائیاں ہیں۔ اگر اسے تسلیم کرلیا جائے تو پھر بھی یہ سب کچھ یہاں موجود وطن کے غداروں کے تعاون کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اگر حکمران قومی غداروں کو بے نقاب کرکے انہیں عبرتناک انجام تک پہنچا دیں تو غیر ملکی مداخلت کے اسی فیصد امکانات کم ہوسکتے ہیں۔ اور اپنی سیاسی دکانداری چمکانے کی بجائے قوم و وطن کی حفاظت پر بھرپور توجہ دیں تو حالات بہت بہتر ہوسکتے ہیں۔ پاک وطن کے ہر شہری کی جان و مال کی حفاظت حکومت کی ذمہ داری ہے

اگر حکومت اپنی سیاسی مصلحتوں اور بین الاقوامی طاقتوں سے وابستہ مفادات کو بالائے طاق رکھ کر سنجیدگی کے ساتھ قاتلوں اور دہشت گردوں کو ختم کرنے کا فیصلہ کرلے تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ عناصر حکومت کی دسترس سے باہر نکل سکیں۔ تباہ ہونے والے خاندانوں پر جو قیامت ٹوٹی ہے اس کی تلافی تو ممکن نہیں مگر قاتلوں کی فوری گرفتاری اور سزا سے ان کے غم کی شدت کم کی جاسکتی ہے اور ایسے حادثات کو آئندہ روکا جاسکتا ہے۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ تفتیش کا رخ ایک ہی سمت نہ رکھا جائے بلکہ قادیانیوں اور رافضیوں کی ملک دشمن سرگرمیوں کے تناظر میں اس کا دائرہ کار وسیع کیا جائے۔

امریکی سفارت کار کا دورۂ ربوہ

امریکی سفارت کار (مقیم لاہور) مسٹر رچرڈ میکی اور قونصلیٹ مسٹر کرسٹوفر نے پچھلے دنوں یکے بعد دیگرے ربوہ کا دورہ کیا۔ مسٹر میکی ان دنوں ربوہ گئے جب قادیانیوں کا بجٹ اجلاس ہورہا تھا وہ مرزا طاہر کے بروز مرزا منصور سے ملے۔ اور تنہائی میں مذاکرات کئے علاقہ کی دیگر سیاسی شخصیتوں سے بھی ملاقات کی اور اس کے کچھ ہی دنوں بعد مسٹر کرسٹوفر ربوہ پہنچے اور جامعہ نصرت میں گئے، جہاں انہوں نے بشریٰ بیگم کے بارے میں استفسار کیا کہ وہ یہاں طالبہ رہی ہے؟ پھر شہر میں گھومتے پھرتے رہے اور ایک دکان سے "سیرپ" بھی خریدا"۔

یہ خبریں قومی اخبارات میں جلی سرخیوں کے ساتھ شائع ہوئیں، مسجد احرار ربوہ کے خطیب مولانا اللہ یار ارشد نے اخبارات کے ذریعہ امریکی سفارتکاروں کی ان سرگرمیوں پر شدید احتجاج کیا تو مسٹر میکی نے ایک بیان کے ذریعہ یہ کہہ کر معذرت کرلی کہ "میرے دورۂ ربوہ سے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچی ہے، میں معذرت چاہتا ہوں" ہماری معلومات کے مطابق مسٹر میکی نے ربوہ سے لندن فون کے ذریعہ مرزا طاہر سے طویل گفتگو کی ہے امریکہ نیو ورلڈ آرڈر کے ذریعہ جنوبی ایشیا میں جو تبدیلیاں لانا چاہتا ہے یہ دورہ اسی کا حصہ ہے امریکہ نے سماجی بہبود کے نام پر قادیانیوں کی مالی امداد نہ صرف بحال کی ہے بلکہ اس میں اضافہ بھی کیا ہے۔ قادیانیوں نے روز اول سے پاکستان کو تسلیم نہیں کیا اور ہمیشہ ملک دشمن سرگرمیوں میں ملوث رہے ہیں۔ مرزا طاہر کے باپ آنجہانی مرزا بشیر نے بھی اکھنڈ بھارت کی تجویز پیش کی تھی نوائے

وقت لاہور 12 جون 1991ء کی ایک خبر کے مطابق بھارت کے انگریزی جریدے "مسلم انڈیا" کی گزشتہ اشاعت میں مرزا طاہر نے اپنے ایک انٹرویو میں اکھنڈ بھارت کے ملک دشمن نظریہ کا ایک بار پھر اعادہ کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی پاکستان کے لئے نامزد نئے امریکی سفیر کیمرون ہاسٹ کے امریکی سینٹ کی خارجہ تعلقات کی کمیٹی سے خطاب کو مد نظر رکھا جائے تو منصوبہ کی تمام کڑیاں مل جاتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ "پاکستان اور بھارت دشمنی چھوڑ کر دوستانہ تعلقات قائم کریں امریکہ ایسے اقدامات کی حوصلہ افزائی کرے گا" جنگ لاہور (27 جون 91)

ہم تو شروع سے مرزائیوں کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھے ہوئے ہیں اور حکومت کو ساتھ ساتھ خبردار بھی کرتے رہے ہیں۔ مگر افسوس کہ ارباب حکومت سیاسی مفادات اور مصلحتوں کے اسیر ہو کر قادیانی سازشوں کو پنپنے کا موقع دے رہے ہیں۔ جس کے نتائج بہر حال ملک کے حق میں نہیں ہوں گے امریکی اب قادیانیوں کو اعتماد میں لیکر انہیں آلہ کار بنا کر ملک میں کوئی نئی صورت حال پیدا کرنے والے ہیں جناب وزیر اعظم! یہ ملک قائم ہے تو آپ اور ہم بھی ہیں ملک نہیں تو ہم بھی نہیں۔ قادیانیوں کو نکیل ڈالیئے اور ملک بچایئے۔

مولانا اللہ یار ارشد کو قتل کی دھمکیاں

امریکی سفارت کاروں کے دورہ کے بعد 27 جون کو ریذیڈنٹ مجسٹریٹ ربوہ کو نامعلوم شخص نے فون کے ذریعہ بتایا کہ مسجد احرار ربوہ کے خطیب مولانا اللہ یار راشد کو قتل کر دیا گیا ہے۔ پولیس موقع پر پہنچی تو مولانا مسجد میں موجود تھے علاوہ ازیں گزشتہ ایک ماہ سے اب تک مولانا کو براہ راست ٹیلی فون پر قتل کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں کہ آپ کو دس محرم تک قتل کر دیا جائے گا۔ مولانا نے خبردار کیا ہے کہ اگر انہیں کچھ ہو گیا تو اس کی تمام تر ذمہ داری مرزا طاہر، مرزا منصر اور دیگر قادیانی قیادت پر ہو گی

موت و حیات اللہ کے قبضہ میں ہے اور ہم اس قسم کی دھمکیوں سے نہ پہلے کبھی مرعوب ہوئے ہیں نہ آئندہ ہوں گے۔ ہم قادیانیت کے خلاف جو کام کر رہے ہیں وہ خالص دین سمجھ کر اپنی آخرت کے لئے کر رہے ہیں اگر اس راہ میں موت بھی آجائے تو سعادت ہے مگر قادیانی یاد رکھیں کہ اگر مولانا اللہ یار ارشد کو کچھ ہوا تو پھر ملک میں ان کا جینا بھی مشکل ہو جائیگا۔ یاد رہے کہ قادیانی 1984ء میں بھی مولانا پر ایک قاتلانہ حملہ کر کے انہیں شدید زخمی کر چکے ہیں۔ اب تک ملک میں درجنوں علماء قتل ہو چکے ہیں لیکن کسی کے قاتل نہیں پکڑے گئے اور اگر گرفتار ہوئے بھی تو سزا سے بچ گئے۔ حکومت مولانا کی حفاظت کا معقول بندوبست کرے اور ربوہ کے دیگر مسلمانوں کو بھی تحفظ فراہم کرے۔

مسٹر ساجد نقوی کا چیلنج

22 جون کو نوائے وقت ملتان میں رافضی لیڈر مسٹر ساجد نقوی کی حیدر آباد سے ایک پریس کانفرنس شائع ہوئی جس میں انہوں نے کہا کہ "ہمیں ملکی سلامتی اور فقہ جعفریہ میں سے ایک کے انتخاب پر مجبور نہ کیا جائے" ہمیں مسٹر ساجد نقوی کا چیلنج منظور ہے وہ ملک کی سلامتی کے خلاف کام کریں ہم ملک کا دفاع کریں گے۔ ملک کی اکثریت اہل سنت والجماعت کے کروڑوں عوام ایک اقلیت کو ملک کی سلامتی سے کھیلنے کی ہر گز اجازت نہیں دیں گے رافضی گروہ نے ہمیشہ ملکی اور دینی مفادات کو نقصان پہنچایا ہے اس بات کی ہر گز اجازت نہیں دی جاسکتی کہ ایک محدود اقلیت ہمسایہ ملک ایران کی شہہ پر ملکی وقار کو سبوتاژ کرے محب وطن اہل سنت ان کی ہر سازش کو ناکام بنادیں گے حکومت مسٹر ساجد نقوی کے اس بیان کا فوری نوٹس لے کر رافضیوں کی سرگرمیوں کی کڑی نگرانی کرے۔

حضرت امیر شریعت کی اہلیہ محترمہ کی رحلت

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ مخدومہ "ام الاحرار" (رحمتہ اللہ علیہا) 22 ذیقعد (6جون 91ء) کی صبح ملتان میں رحلت فرما گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی عمر 88 برس تھی۔ حضرت امیر شریعت کی صعوبات و شدائد اور جہد و عمل سے عبارت زندگی میں مخدومہ رحمتہ اللہ علیہا کی رفاقت تاریخ عزیمت کا انتائی روشن باب ہے۔ اولاد کی تعلیم و تربیت، جہادی زندگی کی بے پناہ مشکلات اور گوناگوں خانگی ذمہ داریوں جیسے انتہائی سنگین مسائل کو مخدومہ نے پہاڑ ایسے حوصلہ اور استقامت کے ساتھ تن تنہا مثالی انداز میں نمٹایا اور امیر شریعت کی عظیم تحریکی و جہادی سرگرمیوں کو ان مسائل سے متاثر نہ ہونے دیا۔ حضرت امیر شریعت نے بارہا برسرعام اس حقیقت کا تحدیث نعمت کے طور پر اظہار واعتراف فرمایا

حضرت مخدومہ رحمتہ اللہ علیہا کو حضرت امیر شریعت کی طرح مدت العمر قرآن مجید سے انتہائی شغف رہا انہوں نے محتاط اندازے کے مطابق دس ہزار کے لگ بھگ بچے بچیوں کو قرآن مجید کی تعلیم دی اور اس مقدس عمل کی ادائیگی میں مجموعی طور پر عمر مبارک کا پنسٹھ برس سے زائد عرصہ صرف فرمایا۔ ان کے چاروں صاحبزادے اور اکلوتے داماد بھی حفاظ قرآن ہیں اور یہ فیض اگلی نسلوں میں برابر منتقل ہورہا ہے۔ حضرت امیر شریعت کے وصال (21اگست 1961ء) کے بعد آپ کے متوسلین، متعلقین اور معتقدین کا مرجع حضرت مخدومہ کی ذات گرامی ہی تھی۔ حضرات علماء و مشائخ، جماعت احرار کے اکابر و اصاغر اور جملہ وابستگان مسلک اہل سنت کے لئے یکساں طور پر ان کی دعائیں بہت بڑا سہارا اور ان کا وجود گرامی سراپا خیرو برکت تھا۔ حضرت مخدومہ نے دو ماہ کم تیس برس، حضرت امیر شریعت کی "عارضی فرقت" میں بتادیئے۔ اور آخرالامر ان کی ابدی رفاقت میں داخل ہوگئیں۔ ان تیس برسوں میں مکمل خانہ نشینی اور گوشہ گزینی سے عبارت بظاہر گم نام سی زندگی گزار دینے والی اس عظیم خاتون کی زندگی حقیقت میں اتنی بامقصد اور اتنی بھرپور تھی کہ اسے بلا تأمل امت کی بیٹیوں کے لئے صدیوں تک نمونۂ عمل قرار دیا جاسکتا ہے تعلیم قرآن، معمولات یومیہ پر مداومت، صوم و صلوۃ کی غایت درجہ پابندی اور ان پر مستزاد معروفات کی مسلسل تلقین و تاکید، تزکیہ نفوس، صبرو توکل اور قناعت و سادگی پر عمل اور اس کی تبلیغ اور اخلاقی اور روحانی تربیت کا فیضِ فراواں بے شمار عظمتوں کی حامل یہ زندگی اپنے دنیاوی انجام کو یوں پہنچی کہ حضرت مخدومہ کی آخری نماز بھی قضا نہ ہوئی آپ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت تھیں۔ حج بیت اللہ کی سعادت بھی 1974ء میں حاصل کی۔

حضرت مخدومہ کی نماز جنازہ میں دور دور سے مسلمان شریک ہوئے پنجاب کے بیشتر مقامات سے وابستگان احرار و امیر شریعت نے جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ ملتان کے عوام و خواص کی تعداد ہزاروں میں تھی رات کے وقت کسی خاتون کا اتنا بڑا جنازہ بجائے خود ان کے علو مرتبت کی علامت ہے اور کیوں نہ ہو یہ اس ہستی کا سفر آخرت تھا کہ جس کے تصور سے ہی ہزاروں لاکھوں انسانوں کو ماں کی شفقت و رحمت سایہ فگن محسوس ہوتی تھی۔ نماز جنازہ جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری مدظلہ نے پڑھائی اور رات گئے حضرت مخدومہ رحمتہ اللہ علیہا کو حضرت امیر شریعت کے پہلو میں سپرد خاک کردیا گیا۔ ادارہ بجائے خود تعزیت کا مستحق ہے ہم ایسی بے لوث دعاؤں سے محروم ہوگئے ہیں جو پھر کبھی میسر نہ آسکیں گی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور حسنات قبول فرمائے (آمین)

ہمیں ملک بھر سے سینکڑوں افراد کے تعزیتی خطوط موصول ہوئے ہیں اور کئی شخصیات نے خود آکر اظہار تعزیت کیا ہے اللہ تعالیٰ انہیں جزاء خیر عطا فرمائے۔ خاندان امیر شریعت ان سب کا شکریہ ادا کرتا ہے۔

حضرت الحاج سید محمد شفیع شاہ صاحب کی رحلت

عبدالحکیم (ضلع خانیوال) کی بزرگ دینی شخصیت حضرت الحاج سید محمد شفیع شاہ صاحب 5 ذی الحجہ 1411ھ 18 جون 1991 کو رحلت فرما گئے حضرت موصوف حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے سمدھی، داماد امیر شریعت اور معروف ماہر تعلیم پروفیسر حافظ سید محمد وکیل شاہ صاحب مدظلہ کے والد ماجد ابن امیر شریعت پیرجی قاری سید عطاء المہیمن بخاری کے سسر اور راقم مدیر نقیب ختم نبوت اور سید ذوالکفل بخاری کے دادا تھے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر 93 برس تھی۔ آپ کی پرہیز گاری للّٰہیت اور تدین کے اثرات پورے علاقہ میں مرتب ہوئے۔ آپ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت تھے اور حضرت مدنی کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا پیر سید خورشید احمد شاہ صاحب ہمدانی علیہ الرحمتہ (ساکن عبدالحکیم) کے خاص احباب میں سے تھے۔ تبلیغی جماعت اور دیگر دینی سرگرمیوں کی خصوصی سرپرستی فرماتے تھے۔ عمر بھر اکابر کے مسلک پر گامزن اور اپنے شیخ کی تعلیمات پر کاربند رہے۔

نماز جنازہ حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری مدظلہ نے پڑھائی۔ جنازہ میں دور و نزدیک سے آپ کے عقیدت مند علماء، دینی کارکن، معززین علاقہ اور عوام نے ہزاروں کی تعداد میں شرکت کی۔ چاہ شاہ والا (عبدالحکیم) میں آپ کی رہائش گاہ کے قریب ہی خاندانی قبرستان میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ آپ نے تین عقد فرمائے۔ دو ازواج زندگی میں وفات پا گئیں ایک اہلیہ 9 بیٹے اور 8 بیٹیاں پسماندگان میں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، ان کے پھیلائے ہوئے دینی کام کو ترقی عطا فرمائے اور ان کے اعمال حسنہ کو ذخیرہ آخرت بنائے (آمین)

گزشتہ ماہ ہمارے کئی اور بزرگ، احباب اور متعلقین بھی رحلت فرما گئے ہیں۔ حضرت مولانا قاضی محمد شمس الدین ساکن درویش (3 جون) محترم حکیم عبدالرحیم جمیل گجرات (7 جون) انتہائی مخلص اور وفا شعار نوجوان احرار کارکن بدر منیر احرار خانپور (14 جون) معروف نعت گو شاعر حضرت خادم کیتھلی ملتان (19 جون) محترمہ والدہ ماجدہ پروفیسر شاہد محمود کاشمیری لاہور، ہمشیرہ محترمہ قاری محمد یعقوب نقشبندی صاحب جلالپور پیروالہ، پروفیسر وہاب اختر عزیز ملتان (22 جون) ادارہ نقیب کے کارکن اللہ بخش احرار کے چچازاد ظفر اقبال چکڑالہ (ضلع میانوالی) کے سرگرم احرار کارکن عبدالرشید اور چکڑالہ ہی کے احرار کارکن محمد یعقوب کی والدہ ماجدہ۔

قارئین سب کی مغفرت کے لئے خصوصی دعا اور ختم قرآن کریم کا اہتمام فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ سب مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر عطا فرمائے۔ ادارہ آپ سب کے غم میں شریک ہے۔

آپ کے عطیّات : محاسبۂ مرزائیت و رافضیت کی جدوجہد کو تیز تر کرنے کے لئے اپنی زکوٰۃ، صدقات اور عطیات اپنی جماعت مجلس احرار اسلام کو دیجئے

بذریعہ منی آرڈر : سید عطاء المحسن بخاری مدظلہٗ، دار بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان

بذریعہ بنک ڈرافٹ یا چیک : اکاؤنٹ نمبر ۲۹۹۳۲ حبیب بنک حسین آگاہی۔ ملتان

مولانا محمد عبدالحق چوہان مدظلہ'

"خلافت"

خداوند قدوس نے بنی نوع انسان کو ایک ایسی ممتاز اور منفرد خصوصی فطرت سے نوازا ہے کہ وہ اس حیاتِ مستعار کے ہر لمحہ میں تعاونِ باہمی اور اشتراکِ عمل کا محتاج ہے :۔۔۔۔۔۔۔

من عنایتہ اللہ سبحانہ بالانسان ان خلق الانسان مدنی الطبع لایتم ارتفاقہ الا بصحبتہ بنی نوعہ و اجتماعھم و تعاونھم ۔۔۔۔۔۔۔

[البدور البازغہ ص۸۴]

خداوند قدوس کی عنایات میں سے انسان پر ایک عنایۃ یہ ہے کہ انسان کو اس طرح کا مدنی الطبع پیدا کیا ہے کہ اسکی زندگی کے منافع اپنے ہم نوع افراد کی صحبت ان کے اجتماع اور باہمی تعاون کے بغیر پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتے۔

انسان کی اس تمدنی زندگی میں ہر فرد اور جماعت کے لئے ایک دوسرے پر باہمی اشتراک کے باعث کچھ خصوصی حقوق ذمہ ہوتے ہیں جن کے تحفظ اور صیانت کے لئے انسان فطری طور پر ایک ایسے ضابطۂ حیات اور قانونِ اجتماعی کا محتاج ہے کہ جس کی آئینی دفعات انسان کے انفرادی اور اجتماعی حقوق کی متکفل ہوں۔ اور باہمی تعدی اور تجاوز کا انسداد کریں۔ اور پھر یہ بات بھی واضح ہے کہ انسانی افراد اپنے طبعی میلانات اور رجحانات کے اعتبار سے مختلف طبقات سے منسلک ہیں۔ بعض کا تعلق پیشۂ زراعت سے ہے اور بعض کا تجارت سے اور اسی طرح بعض افراد کا تعلق طبقۂ آجر سے ہے اور بعض کا اجیر سے۔ اب اگر قانونِ اجتماعی کے وضع کا اختیار انسانی افراد کو تفویض کیا جائے تو اس قانون میں عدل اور معاشرۂ انسانی کے ہر طبقہ کے حقوق کا تحفظ ناممکن ہے۔ کیونکہ وضع قانون کی تکمیل معاشرہ کے جس طبقہ کے سپرد کی جائے گی۔ اس قانون میں اسی طبقہ کے حقوق کا تحفظ تو ہوگا لیکن دوسرے طبقات اپنے حقوق کے تحفظ اور

حصول سے محروم ہو جائیں گے۔ اس لئے یہ بات بھی فطری تقاضے کے مطابق ہے کہ قانون اس ذات مقدس کا ہو جو ان تمام احتیاجات اور طبقات کی وابستگی سے منزّہ اور پاک ہے اور جس کے قانون عدل میں افراد انسانی کے تمام طبقات برابر ہیں۔ اَلْخَلْقُ عیال اللہ۔ میں اسی حقیقت کی ترجمانی ہے۔ اس لئے قرآن مجید میں ہے۔

أَلَا لَـهُ الْخَلْقُ ـــــ ہاں اسی اللہ کے لئے ہے پیدا کرنا اور
وَالْأَمْرُ ـــــ حکم دینا ـــــ

یعنی جس طرح تکوینی امور میں خداوند قدوس کی ذات لاشریک ہے اسی طرح تشریعی احکام میں بھی اس کا کوئی سہیم و شریک نہیں اور پھر یہ حقیقت بھی واضح ہے کہ تمام انسانی افراد میں خداوند قدوس کی ذات سے اخذ وحی اور تلقی احکام کی صلاحیت نہیں اس لئے خداوند قدوس نے اخذ وحی اور تلقی احکام کے لئے نوع انسان میں ایک ایسا طبقہ پیدا کیا ہے جو کہ اپنی فطری استعداد اور جوہر نفس کے لحاظ سے باقی انسانوں سے ممتاز ہے۔

نفوس قدسیہ انبیاء علیہم السلام در غایت صفا و علو فطرۃ آفریدہ شدہ است و در حکمۃ الٰہی ہماں صفا و علو فطرۃ مستوجب وحی گشتہ اند۔ و ریاست عالم بایشاں مفوض شدہ (ازالۃ الخفا ص۹ ج ۱)

انبیاء علیہم السلام انتہائی پاک اور بلند فطرۃ پر تخلیق کیے گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حکمت کے مطابق اسی فطری تقدس اور علو کے باعث وحی الٰہی کے مستحق ہوئے۔ اور جہان کی قیادت ان کے سپرد کی گئی۔

چونکہ جہان کی سیادۃ و قیادۃ انبیاء علیہم السلام کے سپرد کی گئی اس لئے ان ہی ذوات مقدسہ کی تبلیغ و اشاعۃ کے ذریعہ قانون الٰہی نافذ ہوا۔

گمان مکن کہ ارسال رسول فرستادن پیغمبر است از بالا برپست یا از مشرق بمغرب یا از بلدے ببلدے۔ بلکہ معنی ارسال رسول از جانب حق جل و علیٰ آں است کہ ارادۂ الٰہیہ متعلق شود بآنکہ شریعت

یہ گمان نہ کرنا چاہیئے کہ پیغمبر کے بھیجنے کا یہ مطلب ہے کہ آسمان سے زمین کی طرف یا مشرق سے مغرب کی طرف یا ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف پیغمبر کو روانہ کرنا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر کے مبعوث

را جمہور بنی آدم بدانند تا صلاح ایشاں باشد واز مشہورات ذائعہ گردد وعقل وقوئ ایشاں بآں علم حق ممتلی شود تا بسبب حدوث وارادہ افعال خیر وکف از منہیات گردد، در حق بسیارے ——

[ازالۃ الخفاء ص ۲۵۹ ج ۱]

ہونے کا یہ مطلب ہے کہ خداوند قدوس کا ارادہ اس امر کے ساتھ متعلق ہو کہ جمہور بنی آدم اللہ تعالیٰ کی شریعت کا علم حاصل کریں تاکہ انکی اصلاح ہوجائے اور شریعت کی اشاعت ہو تاکہ انکی عقل اور قویٰ اس علم الٰہی سے پُر ہو جائیں اور بہت سے لوگ اعمال صالحہ سرانجام دیں اور بُرے اعمال سے اجتناب اختیار کریں۔

اسی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کو خدمت ربانی کا شرف حاصل ہے۔

واذ قال ربک للملٰئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفہ (سورۃ البقرۃ پارہ ۱)

اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانیوالا ہوں

اس آیۃ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے قاضی ناصرالدین ابوالخیر عبداللہ بن عمر البیضاوی المتوفی ۶۸۵ھ اپنی مشہور تفسیر انوارالتنزیل اور اسرارالتاویل میں تحریر کرتے ہیں۔

والمراد بہ آدم علیہ السلام لانہ کان خلیفۃ اللہ تعالیٰ فی ارضہ وکذالک کل نبی استخلفہم فی عمارۃ الارض وسیاست الناس وتکمیل نفوسہم وتنفیذ امرہ فیہم لاحاجۃ بہ تعالیٰ الی من ینوبہ بل لقصور فیضہ بغیرہ بغیر وسط ——

اور اس سے مراد آدم علیہ السلام ہیں کیونکہ وہ اس کی زمین میں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ تھے اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو خلیفہ بنایا۔ زمین کی آبادی اور لوگوں کی نگرانی اور نفوس کی تکمیل اور اللہ تعالیٰ کے احکام نافذ کرنے میں۔ اللہ تعالیٰ اس کا محتاج نہیں کہ کوئی اس کا خلیفہ ہو، بلکہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تلقی کسی واسطہ کے بغیر ممکن نہ تھی۔

اس خلافت ربانی کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی۔ اور اس سلسلہ کی تکمیل اور

ارتقائی منازل کی تمامیت اور اختتام خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر ہوئی۔ اس کے بعد خلافت نبوۃ اور خلافت عامہ کے سلسلہ کی ابتدا ہے۔ صحیحین اور مسند احمد میں مروی حدیث میں خلافت کے اس انقسام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

کانت بنی اسرائیل تسوسهم الانبیاء کلما هلک نبی خلفه نبی وانه لا نبی بعدی وسیکون خلفاء فیکثرون قالوا ما تأمرنا قال فوا ببیعة الاول فالاول	بنی اسرائیل کی سیاست خود ان کے انبیاء کیا کرتے تھے جب کسی نبی کی وفات ہو جاتی تو اللہ تعالیٰ کسی دوسرے نبی کو اس کے بعد مبعوث کر دیتے۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں، البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت سے ہوں گے صحابہ نے عرض کیا کہ آپ انکے بارہ میں کیا حکم دیتے ہیں۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا پہلے اور پہلے کی بیعت پوری کرو۔

اس خلافت کے لئے چند شرائط ہیں۔ جبتک ان شرائط کا تحقق نہ ہو اس وقت تک شرعی اعتبار سے خلافت کا ثبوت اور تحقق نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ ان شرائط کے بیان کرنے سے قبل خلافت کا معنی اور مفہوم بیان کیا جائے۔ لغت کے اعتبار سے خلافت کا معنی ہے۔ کسی کی جانشینی۔ اور شریعت میں اس کا یہ معنی ہے۔

الخلافة هی الریاسة العامة فی التعدی لاقامة الدین باحیاء العلوم الدینیة واقامة ارکان الاسلام والقیام بالجهاد وما یتعلق به من ترتیب الجیوش والفرض للمقاتلة واعطائهم من الفیٔ والقیام بالقضاء واقامة	خلافت ایک ایسی ریاست عامہ یعنی شورائی ہے جس سے مقصود احیاء علوم دینیہ کے ساتھ اقامتہ دین ہے۔ اور ارکان اسلام کا قائم کرنا اور جہاد کا قیام اور جہاد کے متعلق جو امور ہوں جیسے لشکروں کی ترتیب مجاہدین کی تنخواہوں کا تقرر اور اقامتہ حدود اور مظالم کا انسداد۔ نیکی کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا۔ خلیفۂ وقت

الحدود ورفع المظالم و الامر بالمعروف والنهی عن المنکر نیابتہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم (ازالۃ الخفاء صلوۃ ا)

امورِ خلافت کو اس اعتبار سے سرانجام دے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نائب ہے۔

یہ نظریۂ خلافت تو اسلامی عقائد کی بنیاد پر ہے لیکن ملّتِ رافضیہ جو کہ اسلام کی حقیقی حریف مخالف ہے نظریۂ امامت کی بُنیاد پر نظامِ سیاست کی معتقد ہے۔ ان کے ہاں نظامِ حکومت کی مدار نظریہ "ولایۃ فقیہ" پر ہے۔ کیونکہ ان کے ہاں شریعت کا مرکزِ ثقل پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے علاوہ امام منتظر ہے۔ اسی بنا پر ان کا عقیدہ یہ ہے کہ شیعہ مجتہدین کا فرض ہے کہ وہ امام آخر الزّماں (امامِ غائب) کے نائب کی حیثیّت سے نظامِ حکومت قائم کریں۔

خلافتِ عامہ میں خلیفۂ وقت کے لئے ان شرائط کا ہونا ضروری ہے۔

(۱) —— اول یہ کہ وہ مسلمان ہو کیونکہ حکومتِ اسلامیہ میں اس کے سربراہ کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔ اس لئے کہ کافر کو مسلمان پر حق تولیت حاصل نہیں۔

(۲) —— ثانی یہ کہ وہ عاقل بالغ ہو کیونکہ مجنون اور غیر بالغ شرعاً اپنے ذاتی امور میں بھی تصرف نہیں کر سکتے چہ جائیکہ جمہور اُمت کے امور ان کے سپرد کئے جائیں۔

(۳) —— ثالث یہ کہ رئیس مملکت مَردِ ہو کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ وہ قوم کبھی بھی فلاح یافتہ نہیں ہو سکتی جس نے اپنے امور عورت کے سپرد کر دیئے ہوں۔ پھر یہ کہ عورت چراغِ خانہ تو ہے لیکن میر محفل نہیں۔

(۴) —— رابع یہ کہ وہ سالم الحواس ہو یعنی گفتگو کر سکے گونگا نہ ہو، بہرا نہ ہو، نابینا نہ ہو۔ کیونکہ جب تک اس کے یہ حواس صحیح نہ ہوں اس وقت تک اس کے احکام دینے میں اشتباہ باقی رہے گا جس کی وجہ سے امور انتظامی میں خلل واقع ہونے کا احتمال ہے۔

(۵) —— خامس یہ کہ وہ آزاد مَرد ہو اسکی گردن طوق غلامی سے آزاد ہو۔ کیونکہ غلام جب اپنے ذاتی اُمور میں تصرف نہیں کر سکتا تو اُمت کے اُمور کس طرح اس کے سپرد کئے جا سکتے ہیں۔

(۶) —— سادس یہ کہ بہادر اور اُمورِ جنگ و صلح میں صاحب رائے ہو کیونکہ جب تک

خلیفۂ وقت میں یہ اوصاف موجود نہ ہوں۔ اس وقت تک فریضہ جہاد کی سرانجام دہی نہیں ہو سکتی۔

(۷) ——— سابع یہ کہ صاحب کفایۃ ہو یعنی غیر تجربہ کار اور تن آسان کاہل نہ ہو کیونکہ کاہل اور غیر تجربہ کار سے امورِ سلطنت کی سرانجام دہی میں خلل واقع ہوگا۔

(۸) ——— ثامن یہ کہ عادل ہو اصطلاح شرح میں عادل کا یہ مطلب ہے کہ کبائر گناہوں سے اجتناب کرے اور اگر صغیرہ گناہ اس سے سرزد ہو جائے تو اس پر اصرار نہ کرے۔

(۹) ——— تاسع یہ کہ شرعی علوم کا ماہر ہو اس لئے کہ جس شخص کو شرعی احکام کا علم نہ ہوگا تو پھر وہ شریعت کے مطابق فیصلے کس طرح کرے گا۔

(۱۰) ——— عاشر یہ کہ رئیس مملکت صاحب سماحۃ ہو اور رَجل سموح کی یہ تعریف ہے:

اما الرجل السموح فانہ وقور متحمل کاظم الغیظ جیل ثابت القلب نافذ العزیمۃ لہ لا یھولہ امر ولا یزعجہ شیٔ عما ھو علیہ عظیم السجود واسع المغفرۃ:
(ابدو رالبازغۃ ۵۳)

صاحبِ سماحت وہ شخص ہے جو کہ صاحب وقار باحوصلہ، درگزر کرنے والا، اچھی امید والا اور مضبوط دل والا ہو۔ اپنے ارادہ کو پورے کرنے والا ہو کوئی کام اس کو پریشان نہ کر سکے اور جس کام میں وہ مشغول ہو اس کام کے پورا کرنے سے کوئی طاقت اسکو روگردان نہ کر سکے باسخاوۃ ہو اور بہت مغفرۃ والا ہو۔

پھر یہ خلافت عامہ دو قسم پر منقسم ہے راشدہ اور جابرہ۔ پھر راشدہ دو قسم ہے۔ خاصہ راشدہ اور صرف راشدہ اور پھر خاصہ راشدہ دو قسم ہے منتظمہ اور غیر منتظمہ۔

-خلافت راشدہ- خلافۃ راشدہ وہ خلافت ہے جس میں شرعی احکام پوری پابندی کے ساتھ نافذ کئے جائیں۔

خلافۃ را چوں بوصف راشدہ مقید کنیم معنیئش آں باشد کہ نیابت پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم در کارہائے کہ پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم بنا بر

خلافۃ کو جب صفتِ راشدہ سے مقید کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت ان امور میں جو کہ آپ نے بحیثیت نبی ہونے کے

وصفِ پیغمبری می کردند از اقامۃ دین و جہاد اعداء اللہ و امضاء حدود اللہ و احیاء علوم دینیہ و اقامۃ ارکان اسلام و قیام بقضاء و افتاء و آنچہ بایں قبیل تعلق دارد بوجہے کہ از عہدۂ ما وجب بر آید دعاصی نباشد

ازالۃ الخفاء صفحہ ۲۵ ج ۱

سرانجام دیئے اقامۃ دین، اللہ کے دشمنوں کے ساتھ جہاد کرنا حدود کا اجراء، علوم دینیہ کا احیاء، ارکانِ اسلام کا قائم کرنا محکمہ عدلیہ اور افتاء کا قیام یا انکی طرح باقی امور دین اس طریقے پر ادا کرنا جیسا کہ وہ واجب ہوں۔

اس خلافۃ راشدہ کی ایک قسم "خلافتِ خاصہ" ہے۔ وہ صرف صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ مختص ہے۔ اس کے لئے چند شرائط ہیں اور ان شرائط میں سے بعض یہ ہیں:

(۱) ــــــ وہ خلیفہ مہاجرین اوّلین میں سے ہو جو کہ سورۃ نور یعنی آیۃ استخلاف کے نزول کے وقت موجود ہو اور ساتھ ہی اسکو غزوۂ بدر، صلح حدیبیہ اور غزوۂ تبوک میں شرکت کا شرف حاصل ہو۔

(۲) وہ خلیفہ ایسا صحابی ہو جس کو لسانِ نبوۃ سے خصوصی طور پر اہلِ جنۃ ہونے کی بشارت حاصل ہو۔

(۳) ــــــ وہ خلیفہ ایسا صحابی ہو کہ اس کے متعلق پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحتاً فرمایا ہو کہ یہ شخص صاحبِ مراتب افراد میں سے ہے یعنی صدیق، شہید یا صالحین اور محدثین میں سے ہے۔

(۴) ــــــ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی خلیفہ کے ساتھ کئی دفعہ "منتظر الامارۃ" جیسا معاملہ فرمایا ہو۔

(۵) ــــــ خداوند قدوس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو وعدے کئے ہیں ان میں سے بعض مواعید اس صحابی کے دورِ خلافۃ میں ظہور پذیر ہوئے ہوں۔

(۶) ــــــ خلیفۂ وقت اپنی خلافت کے وقت اُمت میں سب سے افضل ہو۔

خلافۃ خاصہ کا یہ دورِ خلافۃ۔ خلفاء اربعہ کے دورِ خلافۃ کے ساتھ مختص ہے۔ حکیم الامۃ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشہور کتاب "ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء" میں اسی طرح اس خلافۃ خاصہ کا اختصاص بیان فرمایا ہے۔ بعض لوگوں کو اس سے اشتباہ ہو

گیا ہے کہ خلافۃ راشدہ ہی ان حضرات کے دورِ خلافۃ میں محصور ہے۔ حالانکہ خلافتِ راشدہ اس سے عام ہے، یہ لوگ اپنے اس اشتباہ کی وجہ سے سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلفاء راشدین میں شمار نہیں کرتے۔ حالانکہ ان کا یہ نظریہ سراسر جہالت پر مبنی ہے۔ اور ستم بالائے ستم یہ کہ جو شخص حضرۃ معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفۂ راشد تسلیم کرے۔ ان کے نزدیک وہ شخص خارجی ہے۔

پھر یہ خلافۃ خاصہ دو قسم پر منقسم ہے ایک منتظمہ دوسری غیر منتظمہ خلفاء ثلاثہ کا دَور خلافۃ منتظمہ ہے اور حضرۃ علی رضی اللہ عنہ کی خلافت غیر منتظمہ ہے۔ خلافۃ خاصہ کی اس تقسیم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مجاہد فی سبیل اللہ مولانا شاہ اسمٰعیل رحمہ اللہ تعالیٰ منصبِ امامۃ میں فرماتے ہیں:

باید دانست کہ چوں چراغ امامۃ در شیشۂ خلافۃ جلوہ گر گردید نعمۃ ربانی در باب پرورش نوع انسانی باتمام رسید و کمال روحانی باکمال۔ ایں رحمۃ رحمانی بشابہ نور علی نور لشان آفتاب درخشید ہر چند بقیام خلافۃ راشدہ از جانب حق نعمۃ و رحمۃ تمام و کامل گردید۔ فاما گاہے سعادۃ اہل زمان اقتضاء می نماید کہ جماہیر اہلِ اسلام بر قبول خلافۃ راشدہ اتفاق نمایند و بجان و دل حکومۃ خلیفۂ راشد اختیار کنند امر خلافۃ ربانی انتظام می گیرد و مقدمہ سیاست ایمانی بخوبی سرانجام می پذیرد و آں را خلافۃ منتظمہ می گویند و در بعض احیان بحسب تقدیر ربانی و قضائے آسمانی ہر چند خلیفہ راشد بر روئے کار می آید، و در باب اقامۃ خلافۃ سعی بلیغ بجا می آرد فاما اتفاق جماہیر

واضح ہو کہ جب امامت کا چراغ شیشۂ خلافت میں جلوہ گر ہوا تو نعمت ربانی بنی نوع انسان کی پرورش کے لئے کمال تک پہنچی اور کمالِ رحمانی اسی رحمۃ رحمانی کے کمال کے ساتھ نورٌ علیٰ نور آفتاب کے مانند چمکا، اگرچہ خلافۃ راشدہ کے قیام کے لئے نعمتِ رحمت حق جل وعلیٰ کی طرف سے تمام اور کامل ہوئی۔ لیکن کبھی اہلِ زمانہ کی سعادت اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ جمہور اہلِ اسلام خلافۃ راشدہ کے قبول پر اتفاق کریں اور جان و دل سے خلیفۂ راشد کی حکومۃ تسلیم کریں۔ تو خلافۃ ربانی منتظم ہو جاتی ہے اور سیاست ایمانی کا مقدمہ بخوبی انجام پاتا ہے اس کو خلافتِ منتظمہ کہتے ہیں۔ بعض وقت تقدیرِ ربانی اور قضائے آسمانی کے بموجب خلیفہ راشد ظہور فرماتا ہے اور اقامۃ خلافۃ

مسلمین صورة نہ بندد و انتظام کار امت
دست ندہد پس دریں صورة اگرچہ خلیفہ
راشد موجود است و در اقامة خلافة ساعی
فاما انتظام خلافة بوقوع نیامدہ آں را
خلافة غیر منتظمہ می گویند۔ پس خلافة
راشدہ دو قسم شد۔ خلافة منتظمہ مثل خلافة خلفاء
ثلاثہ۔ و خلافة غیر منتظمہ مثل خلافة مرتضیٰ
علی رضی اللہ عنہ ہے [منصب امامة ص۴۳]

کے لئے بہت کوشش کرتا ہے۔ لیکن جمہور
مسلمین کا اتفاق صورت پذیر نہیں ہوتا۔
اور امت کا انتظام ظہور میں نہیں آتا اسے
خلافة غیر منتظمہ کہتے ہیں۔
پس خلافة راشدہ دو قسموں پر منقسم ہوئی
ایک خلافة منتظمہ جیسا کہ خلافت خلفاء ثلاثہ
دوسری خلافة غیر منتظمہ۔ جیسا کہ خلافت علی
المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔

خلافت جابرہ ۔ خلافتِ جابرہ وہ سلطنت ہے جس کے فیصلے شریعت کے مطابق نہ ہوں اس لئے خلافت جابرہ، خلافتِ راشدہ کے برعکس اور اس کے مقابلہ میں ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ اسکی طرف اشارہ کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

و مقابل آں خلافت جابرہ است کہ
در بسیاری از احوال مخالف شرع لعمل
آرد۔ و از عہدۂ واجب برنیامد۔ و
معطل گزارد بسیارے از آنچہ میباید تا آنکہ
عاصی باشد در خلافت خود مثلاً اقامت
حدود و احیاء علوم دین نمی نماید
یا اقامت بوضعی میکند کہ شرع بآں
حکم نفرمود۔ بجائے رجم می
سوزد۔ و بجائے قصاص رجم
می نماید۔

[ازالة الخفاء ص۲۵۷ ج ۱]

یعنی خلافة راشدہ کے مقابلہ میں خلافة
جابرہ ہے۔ یہ وہ ہے کہ جس میں بہت سے
کام شریعت کے مخالف ہوں۔ اور رئیس مملکت
شرعی اعمال و احکام جو اس کے ذمہ ہوں
ان کو پورا نہ کرے بلکہ معطل کردے اور
اسی ذمہ داری کے نہ ادا کرنے کی وجہ سے
وہ اپنی حکومت میں خدا کا نافرمان ہوگا۔ مثلاً
اقامة حدود پر عمل نہ کرے اور علوم دینی کا
احیاء نہ کرے یا اس طرح کے فیصلے کرے
کہ شریعت نے اس طرح کا حکم نہ دیا ہو
جیسے زانی کو سنگسار کرنے کی بجائے
جلا دے یا قصاص لینے کی بجائے سنگسار کردے

بقیہ ۳۹ پر

شاہ بلیغ الدین

شہیدِ اعظم
سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

اپنے ہاتھوں میں اپنا کٹا ہوا سر لئے جب وہ تشریف لائے تو میں نے دیکھا کہ ---- عرش الٰہی لرز اٹھا اور میرا دل دہل گیا ---- حضرت حسن نے فرمایا کہ ----- رات میں نے خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا دربار سجا ہوا تھا اتنے میں میرے نانا سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور عرش الٰہی کا پایہ تھام کر کھڑے ہوگئے۔ آپ کے بعد حضرت ابوبکر آگے بڑھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو پکڑ کر کھڑے ہوگئے ان کے بعد حضرت عمر آئے اور صدیق اکبر کا ہاتھ پکڑ کر کھڑے ہوگئے ----- اپنے والدِ محترم حضرت علی کے دور خلافت میں حضرت حسن نے خطبہ دیا تو یہ خواب بیان کیا بہت سے لوگ وہاں موجود تھے جو اس خواب کی تفصیل سن رہے تھے۔

ذوالحج کا مہینہ، جمعہ کا دن تھا۔ حضرت عثمان صبح سو کر اٹھے تو فرمایا ---- حکم نبوی ہے کہ آج میں آپ کے ساتھ روزہ افطار کروں عصر کی نماز کے بعد اس کی تعبیر کا وقت آیا حضرت عثمان غنی کے آگے کلام اللہ کھلا ہوا تھا، تلاوت ہورہی تھی کہ ان کی شہ رگِ حیات کا پہلا چھینٹا اس آیت پر گرا جس کے الفاظ ہیں ----- فسیکفیکھم اللہ حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت مستدرک میں ہے کہ ایک بار اللہ کے رسول نے فرمایا ----- اے عثمان! تم سورہ بقرہ پڑھتے ہوئے شہید ہوگے اور تمہارا خون کلام اللہ کے جس صفحے پر گرے گا وہاں وہ آیت ہوگی جس کا مفہوم ہے کہ ---- ان (ظالموں) کے مقابلے میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔

جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت ہے کہ فتنہ و فساد کا ذکر ہورہا تھا تو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ---- ان پر ظلم ہوگا اور یہ شہید کردیئے جائیں گے۔

ایک بار حضرت زرارہ بن نخعی نے نبی اللہ کو اپنا ایک خواب سنایا انہوں نے کہا کہ ---- یارسول اللہ! میں نے دیکھا کہ ایک آگ نکلی اور میرے اور میرے بیٹے کے بیچ میں حائل ہوگئی۔ استیعاب میں ہے ----- ارشاد ہوا کہ ----- یہ آگ وہ فتنہ ہے جس میں لوگ اپنے امام کو قتل کرڈالیں گے! پھر آپس میں مسلمان خوب لڑیں گے مسلمان اپنے بھائی کا خون پانی کی طرح بہائے گا اور مفسد اپنے آپ کو نکوکار سمجھیں گے! حضرت سعید بن زید نے فرمایا ---- بلوائیوں کے اس ظلم پر عرشِ الٰہی کانپ جائے تو عجب نہیں۔

حضرت حسن نے اپنے خواب کی تفصیل بیان کی تو فرمایا کہ ---- حضرت عمر کے بعد اپنے ہاتھوں میں اپنا کٹا ہوا سر لئے (میرے خالو) حضرت عثمان تشریف لے آئے اور بارگاہ خداوندی میں اپنا سر پیش کر کے فریاد کی کہ ----- الہ العلمین! ذرا ان سے پوچھ جو اپنے آپ کو تیرے نبی کے امتی بتاتے ہیں کہ ----- آخر کس غلطی کی یہ سزا انہوں نے مجھے دی کہ میرا سر کاٹ لیا ----- حضرت حسن فرماتے ہیں کہ ---- فریاد کی یہ لئے بلند ہوئی تو عرشِ الٰہی کانپ گیا اور میں نے دیکھا کہ ---- آسمان سے خون کے دو پرنالے، زمین پر گرنے لگے۔

حضرت عثمان کو ظالموں نے شہید کر دیا تو بے اختیار حضرت ابوہریرہ نے کہا۔۔۔۔۔ لوگو! اللہ کی قسم جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو کبھی نہ ہنستے اور روتے ہی رہتے۔ واللہ اب قریش میں اس کثرت سے خون خرابہ ہوگا کہ اگر کوئی ہرن اپنی کمیں گاہ میں بھی جا چھپے گا تو وہاں اسے کسی مقتول کے جوتے پڑے ملیں گے۔

خون کے جن دو پرنالوں کا ذکر حضرت حسن نے کیا وہ غضب الہی کی علامت تھے۔ حضرت حذیفہ بن یمان کے بارے میں صحابہ کرام فرماتے تھے کہ ۔۔۔۔۔ وہ محرم اسرار نبوت تھے۔ حضرت حذیفہ حضرت عثمان کی شہادت کا حال سن کر بے بس ہوگئے۔ محرم اسرار نبوت وہ اس لئے کہلاتے تھے کہ انہوں نے ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم سے فتنہ وفساد اور مسلمانوں کے آپس کے کشت و خون کے بارے میں حدیثیں سنی تھیں جب انہیں بتایا گیا کہ بلوائیوں نے حضرت عثمان کے گھر کا رخ کیا ہے تو فرمایا۔۔۔۔ اللہ کی قسم یہ سب دوزخی ہیں۔ محمد بن حاطب نے روایت کی کہ کوفے میں حضرت علی نے ایک موقع پر کہا۔۔۔۔ نہ عثمان نے اپنوں کو نوازا نہ کمزوری سے نظم ونسق چلایا جو یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے ان سے بدلہ لیا ان کے لئے آخرت میں آگ ہوگی۔ عبداللہ بن سلام کا فرمانا تھا کہ۔۔۔۔۔ جب کبھی کسی امت نے اپنی نبی کی جان لی غضب الہی اس طرح ٹوٹا کہ ان میں سے ستر ہزار کا خون بہا اور جب کسی نبی کے خلیفہ برحق کو ظالموں نے اپنے ظلم وستم کا نشانہ بنا کر اس کی جان لی تو بدلے میں غیظ خداوندی سے پینتیس ہزار سرکشوں کی جانیں گئیں۔ خون کے دو پرنالوں کا اشارہ اسی تاریخی حقیقت کی طرف ہے

حضرت عثمان کے دور حکومت کے بعد حضرت علی کے دور خلافت میں جمل اور صفین کے معرکوں میں مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہا۔ سبائی فتنہ گر منافقوں کا اس میں کتنا ہاتھ تھا یہ الگ بات ہے لیکن چوراسی ہزار مسلمانوں کا کشت وخون ہوا اپنے بعد اسی فتنے کے اٹھ کھڑے ہونے سے اللہ کے رسول دلگیر رہا کرتے تھے۔ مسلمانوں کا خون مسلمانوں کے اپنے ہاتھوں بہے۔۔۔۔۔ بس یہی وہ فتنہ ہے جس سے اللہ کے رسول نے مسلمانوں کو خبردار کیا تھا مورخین نے لکھا بلوائی چاہے خارجی رہے ہوں یا منافق سبائی۔۔۔۔۔ نام کے وہ سب مسلمان تھے اسی لئے حضرت عثمان نے باغیوں کی سرکوبی کے لئے اسلامی فوج استعمال نہ کی ورنہ یوں دن دھاڑے ان پر اور ان کے خاندان پر ظلم نہ توڑا جاتا امام وقت سیدنا حضرت عثمان نے الہام و تفہیم سے کام لیا۔ اتمام حجت کیا۔ اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کی لیکن اپنی تلوار پر کسی کے خون کا اتہام نہ لیا۔ سورہ انفال میں عذاب الہی نازل ہونے کی جو صورتیں بتائی گئی ہیں ان سب کا نقشہ یہاں موجود تھا۔ اسی لئے استغفار کرنے والے یعنی صحابہ کرام خونِ عثمانی کے نتائج کی طرف سے بے انتہا فکرمند تھے۔ حق تو یہ ہے کہ حضرت عثمان سے بڑھ کر مظلومیت کی شہادت پوری تاریخ اسلام میں کسی اور کی نہیں جس نے بیررومہ مسلمانوں کے لئے وقف کیا افسوس کہ اسی کنویں کے بوند بوند پانی کے لئے اس جنتی اور اس کے گھر والوں کو ترسایا گیا پھر ایک دو دن نہیں پچاس دن! جس نے غلے سے لدے اونٹوں کے کارواں کے کارواں صرف اس لئے اللہ کی راہ میں لٹائے کہ مدینتہ النبی کے مسلمان قحط کے مارے ہوئے تھے اُسی کو اس کے اپنے کاروانوں کے لائے ہوئے دانہ دانہ اناج سے محروم کر دیا گیا۔ جس کے احساس حیا کی ملائک تک قسم کھاتے تھے اور اللہ کے رسول جس کی مثالیں دیتے تھے

اس کی آنکھوں کے سامنے اس کی عفت مآب شریک حیات کو زدو کوب کیا گیا۔ خود اس کی داڑھی نوچی

گئی- اسے گالیاں دی گئیں اسے ہر حرب و ضرب کا نشانہ بنایا گیا لیکن حق کا یہ جویا چٹان کی طرح اٹل رہا- جان بچانے کے پچاسوں جتن ہوسکتے تھے، خونریزی کے ہزاروں بہانے بن جاتے- صاحب اقتدار کے لئے کس چیز کی کمی تھی اور زندگی بھر ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کرنے والے کے اپنے جاں نثار کچھ کم نہ تھے لیکن صاحب قرآں کا حکم تھا کہ ---- اے عثمان! جو کرتا تمہیں پہنایا گیا ہے اسے نہ اتارنا یعنی جو گزرنا ہے گزرے خلافت نہ چھوڑنا ساتھ ہی یہ تاکید تھی کہ ---- خبردار! تم مسلمانوں کا خون بہانے والے نہ بننا! ---- وہ حق آگاہ تھے فرمانبردار تھے، صاحب عرفان تھے حافظ قرآن تھے ان سے بڑھ کر نبی کا حکم ماننے والا اور کون ہوسکتا تھا! وہ للہیت کے اس مقام پر فائز تھے کہ اللہ کے نبی نے بار بار انہیں جنت کا مژدہ سنایا تھا- جب پیغمبر انسانیت امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے امام المسلمین کو حکم دیا کہ ---- صبر کرو! تو انہوں نے صبر کیا اور رگ گلو کا خون دے کر ثابت کردیا کہ تسلیم و رضا کی منزلت کیا ہوتی ہے! بخاری اور مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعری کی روایت ہے کہ ------ اس موقع پر صابر رہنے پر اللہ کے رسول اپنی زندگی ہی میں حضرت عثمان کو جنت کی بشارت دے چکے تھے- خود حضرت حسن ان کے حفاظت کرنے والوں میں شریک تھے- انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ صبر کسے کہتے ہیں؟ استقلال کیا ہوتا ہے؟ توکل کس طرح کیا جاتا ہے؟ --- خدا اگر مجھے نفس جبرئیل دے تو کہوں ---- کہ ان کا خون جو اوراق قرآن میں محفوظ ہوگیا قیامت تک کے لئے باغیوں اور منافقوں کی نشان دہی کرگیا اور قرآن نے کھلے پکارے ہمیں بتایا کہ ---- فسیکفیکھم اللہ کی بشارت اسی پیکر صبر و رضا کے لئے تھی قرآن جس کے بارے میں کہہ رہا ہے کہ اللہ کی تائید تمہیں حاصل ہے اسے اور کیا چاہیئے- غضب الہی نے آلیا تو ایک ایک بلوائی اپنے عبرتناک انجام کو پہنچا- خون کے پرنالے بہنے لگے آخر ایسا کیوں نہ ہوتا یہ اس کی شہادت تھی جس کے خون کے بدلے کے لئے بیعت رضوان لی گئی تھی آج رسول اللہ کا ہاتھ نہ تھا کہ عثمان کا ہاتھ بن جاتا تو اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اٹھ گیا-

صلۂ شہید جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہوگا وہ غیب کی باتیں ہیں تاریخ نے تو یہ دیکھا کہ ان کا خون ناحق رائیگاں نہ گیا- یہ اسی شہادت کا صلہ ہے کہ پھر سے اسلام کا بول بالا ہوا- جہاد فی سبیل اللہ کا جو سلسلہ رک گیا تھا پھر سے جاری ہوا- مسلمانوں نے بحر ظلمات میں گھوڑے دوڑا دیئے اور بہت جلد ملت کے مقدر کا ستارہ ایسا چمکا کہ بنو امیہ کی اسلامی مملکت میں سورج نہ ڈوبتا تھا- اسی مقصد کے لئے سیدنا حسن نے خلافت کی ذمہ داریاں سیدنا معاویہ کو منتقل کیں وہ جانتے تھے کہ جس منزل کی طرف ان کے والد محترم جانا چاہتے تھے وہی سیدنا معاویہ کی منزل بھی تھی یعنی ملت اسلامیہ کا استحکام!

حضرت حسن نے اپنا خواب بیان کیا تو مورخین لکھتے ہیں کہ آستین کے ایک سانپ نے پھنکار بھری- امیرالمومنین سیدنا علی سے کہا ---- سنا آپ نے کہ آپ کے صاحبزادے کیا کہہ رہے ہیں! حضرت علی خود اس گروہ سے نالاں تھے- نہج البلاغہ کے صفحات اس کے گواہ ہیں- مستدرک میں ابن عباس کی روایت ہے کہ وہ خون عثمان سے اپنی برأت کا اعلان کرتے تھے فرماتے ---- اس دن تو میرے ہوش اڑ گئے تھے- بلوائیوں کی روش دیکھ کر ہی انہوں نے خلافت کی پیش کش کو رد کردیا تھا- صحابہ کرام میں کسی نے خلافت کی تمنا نہیں کی- یہ بار زبردستی ان کے کندھوں پر رکھا گیا- قاتلین عثمان کے اس فرد کو امیرالمومنین کی زبان حق شناس سے دو ٹوک جواب ملا ---- حسن وہی کہہ رہے ہیں جو انہوں نے دیکھا ہے-

حضرت حماد بن سلمہ کا کہنا ہے کہ ---- جس دن حضرت عثمان خلیفہ بنائے گئے وہ سب سے افضل تھے اور جس دن انہیں شہید کیا گیا ان کی عظمت اور بھی بلند ہوگئی-

پروفیسر عاصی کرنالی

سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

مشکلاتِ راہِ دیں میں رہنمائی تو نے کی
جب گرہ کوئی پڑی عقدہ کشائی تو نے کی

تو انیس جاں تو اسرار نبوت کا امیں
عشق کی کن کن منازل تک رسائی تو نے کی

جان برکف، شامل احوال، ہجرت یارِ غار
ایک اک فرض محبت کی ادائی تو نے کی

اے طبیب دل فگاراں اے رفیق خستگاں
اے شفیق بے کساں سب سے بھلائی تو نے کی

ایک اک گردن کو دی طوقِ غلامی سے نجات
ایک اک مظلوم کی حاجت روائی تو نے کی

جلوۂ ایماں سے لے کر آخری انفاس تک
عمر ساری وقفِ کارِ مصطفائی تو نے کی

جو قدم اس نے اٹھایا تو برابر ہم قدم
جو پیام اس نے سنایا ہم نوائی تو نے کی

کردیا سب کچھ نثارِ جنبشِ ابروئے دوست
کس قدر توقیرِ رسمِ آشنائی تو نے کی

انجمن سے جب وہ جانِ عاشقاں رخصت ہوا
زمرہ اہل وفا کی پیشوائی تو نے کی

کشتیٔ اسلام سے ٹکرائی کیا کیا موجِ تند
ایسی نازک ساعتوں میں ناخدائی تو نے کی

حق کے تو ہمراہ تھا اور حق ترے ہمراہ تھا
حق شناسی حق پرستی، حق نمائی تو نے کی

زندگی کے بعد بھی رنگ تقرب ہے وہی
اپنے ساتھی سے رفاقت انتہائی تو نے کی

قوم کے اذہان پر، افکار پر، اعمال پر
اپنی سیرت کے سبب فرماں روائی تو نے کی

علامہ اثر زبیر لکھنوی

سیدنا عثمان ابن عفان اُموی ذوالنورین سلام اللہ علیہ و رضوانہ

امیر المومنین، امام المتقین، ذوالنورین، قتیل تیغ ابن سبا، شہید راہ صبر و رضاء وفا، ثالث الخلفاء الراشدین العادلین، سیدنا ابو عامر، ابو عبداللہ، عثمان ابن عفان سلام اللہ رضوانہ

دل میں ایماں کی تجلی، آنکھ میں نورمبیں
فرق پہ تاجِ شہادت عشق سے روشن جبیں
جس کی پابوسی کو حاضر عزت دنیا و دیں
لب کشا ہیں جس کی مداحی میں خود روح الامیں
جس کو داماد ی ملی تھی سیدالکونین کی
جس نے دنیا میں سند پائی ذوالنورین کی
جس کی چشم پاک بیں میں سرمہ حلم و حیا
جس کاانداز حیا جبریل کو شرما گیا
کرتے تھے جس کا ادب خود آپ شاہ دوسرا
زیب فرق پاک احیاہم کا سہرا مرحبا
روئے روشن پر نظر پڑتی تھی مہرو ماہ کی
زندگی تصویر تھی عشق رسول اللہ کی
اے سفیر سرور کونین اے فخر جہاں
یاد ہے اب تک حدیبیہ کی بیعت کا سماں
تیری فرقت سے بہت مضطر تھے شاہ انس و جاں
تھا اسی میں راز لیکن تیری رفعت کا نہاں
بے کسی میں بھی خدا کا لطف تیرے ساتھ تھا
تیرا دست پاک خود فخر امم کاہاتھ تھا
اے کہ تیرا پیکر انور فروغ آفتاب
شاہد ایماں کی آنچل تیرے چہرے کی نقاب
مصحف رخ تیرا عکس منظر ام الکتاب
تیری چشم پاک بین گہوارہ حُسن و حجاب

حاصلِ ذوقِ حرم کیفیت صہبائے تو
تو تیائے چشم اہل اللہ خاک پائے تو
اے قتیل تیغ اعداء اے شہید بے کفن
مظہر عشق نبی ہے تیرا گلگوں پیرہن
دیدنی ہے تیرے خون بے گنہ کا بانکپن
جس نے رنگیں کردیا دین محمد کا چمن
اف یہ مظلومی یہ حسرت کا سماں دیکھے کوئی
نائلہ بی بی کی زخمی انگلیاں دیکھے کوئی
السلام اے جامع آیات قرآں السلام
مطلع علم و حیاء منشائے ایماں السلام
اے رفیق مصطفیٰ محبوب رحمٰں السلام
فخر ارباب وفاء ناز شہیداں السلام
کتنی عظمت تھی تیری مظلومی حالات میں
یہ ادا ملتی نہیں دنیائے موجودات میں

تحریک تحفظ ختم نبوت کی اہم پیشکش

● عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور ردِ مرزائیت کے سلسلہ کی اہم کتابیں ● جن کی اشاعت سے قادیانی ایوان لرز اٹھے
● کفر و ارتداد اور بے دینی کے اس معاشرے میں ان کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔

● مسئلہ ختم نبوت علم و عقل کی روشنی میں (مولانا مفتی محمد حسن سندھیلوی) ۱۸/ روپے ● قادیان سے اسرائیل تک جناب ابومدثرہ ۴۰/ روپے
● قادیانیوں کو دعوت حق (مولانا محمد عبداللہ) ۱۵/ روپے ● تائید آسمانی در رد نشان آسمانی مولانا محمد حسن خانیسی ۵/ روپے
● اسلام اور مرزائیت (تقابلی مطالعہ) مولانا محمد عبداللہ ۱۲/ روپے ● رد قادیانیت پر دس کتابچے ۱۰/ روپے

خصوصی رعایت

● کوئی ایک کتاب منگوانے پر ۲۰/ رعایت ● مکمل سیٹ منگوانے پر ۳۳/ رعایت اور ● ۱۰۰/ روپے کی کتب منگوانے پر ۴۰/ رعایت اور ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ایک سال کے لئے مفت جاری کیا جائے گا۔

نوٹ: رقم پیشگی ارسال کریں۔ کتاب رجسٹرڈ ڈاک سے ارسال کی جائے گی۔ ڈاک خرچ بذمہ ادارہ ہوگا۔

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبۂ تبلیغ) مجلس احرار اسلام پاکستان
دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان۔ فون ۷۲۸۱۳

حضرت اویس بن عامر قرنی

سرخیل تابعین حضرت اویس قرنی وطناً یمنی اور نسباً قبیلہ مراد سے تھے۔ بارگاہ رسالت سے غائبانہ "خیر التابعین" کا لقب ملا تھا "اویس بن عامر"۔

حضرت اویس ان برگزیدہ وارفتگان محبت میں تھے جن کی تخلیق ہی عشق و محبت کے خمیر سے ہوئی تھی وہ نادیدہ جمال نبوی کے پروانوں میں تھے کہ۔

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد بسا کیں دولت از گفتار خیزد

انہوں نے اپنی ہستی کو راہ خدا میں ایسا گم کر دیا تھا۔ کہ بعض ظاہر بین نگاہوں میں ان کی شخصیت ہی مشکوک ہو گئی۔ جوان کا عین مدعا تھا۔ اگرچہ اویس عہد نبوت میں موجود تھے۔ لیکن لقائے ظاہری سے محروم رہے۔ مگر عالم باطن کے قوانین اس دنیائے آب و گل کے قوانین سے ماوراء ہیں۔ وہاں قرب و بعد منزل کا کوئی سوال نہیں۔ چشم حقیقت نگر لاکھ حجابوں پر بھی محروم تماشا نہیں رہتی۔ ربط باطن بعد مسافت پر بھی کھٹک محسوس کرتا ہے۔ خود اس دنیائے آب و گل میں ظاہری بعد اور دوری ایک بے حقیقت شے ہے۔ اصل شے قوت تاثیر اور جذب و کشش ہے۔ آفتاب کروڑوں منزلوں کی مسافت کے باوجود آفتاب نبوۃ کی کرنوں سے مستنیر اور بہار مدینہ کی نگہت باریوں سے مست و بے خود تھے اگرچہ وہ یمن میں تھے۔ لیکن ان کی محبت کی لہریں حجاز تک رواں دواں تھیں۔ یہ صرف شاعری نہیں۔

حضرت عمر کا واقعہ

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو اس نادیدہ وارفتۂ محبت کی ایک ایک علامت بتا دی تھی صحیح مسلم میں ہے کہ "خیر التابعین قبیلہ مراد کا ایک شخص ہے۔ اس کا نام اویس ہے۔ وہ تمہارے پاس یمن کی امداد میں آئے گا۔ اس کے جسم پر برص کے داغ ہیں۔ سب مٹ چکے ہیں صرف ایک درھم کے برابر باقی ہے اس کی ماں بھی ہے جس کی وہ خدمت کرتا ہے۔ جب وہ خدا کی قسم کھاتا ہے۔ تو اس کو پوری کرتا ہے۔ اگر تم اس کی دعائے مغفرت لے سکو تو لینا۔"

اس نشاندہی کے بعد سے حضرت عمر برابر اویس کی تلاش میں رہے۔ چنانچہ آپ کے عہد خلافت میں جب یمن سے فوجی مدد آئی تو آپ تلاش کرتے کرتے اویس کے پاس پہنچے۔ اور پوچھا تم اویس بن عامر ہو۔ انہوں نے کہا "ہاں" حضرت عمر نے سوال کیا۔ تمہاری کوئی ماں ہے۔ انہوں نے جواب دیا ہاں۔ ان ابتدائی علامات کو معلوم کرنے کے بعد حضرت عمر نے ان سے فرمایا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمہارے پاس اہل یمن کی مدد کے ساتھ قبیلہ مراد اور قرن کا ایک شخص اویس بن عامر آئے گا۔ جس کے جسم پر برص ہو گا۔ لیکن ایک درہم کے برابر کے سب مٹ چکا ہو گا۔ اس کی ایک ماں ہو گی۔ جس کے ساتھ وہ نیکی کرتا ہو گا۔ جب وہ خدا کی قسم کھاتا ہے۔ تو اس کو پوری کرتا ہے۔ اگر تم اس کی دعائے مغفرت لے سکنا تو لے لینا۔ اس لئے میرے لئے دعائے مغفرت فرمائیے!" یہ سن کر اویس نے حضرت عمر کے لئے دعا کی۔ پھر آپ نے ان سے پوچھا کہ اب کہاں کا قصد ہے۔ انہوں نے کہا کوفہ کا۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ میں آپ کے متعلق وہاں کے عامل کے پاس لکھے دیتا ہوں۔ اویس نے کہا" اس کی ضرورت نہیں مجھے عوام کے زمرہ میں رہنا زیادہ پسند ہے۔"

اس واقعہ کے دوسرے سال کوفہ کا ایک معزز شخص حج کے لئے آیا۔ حضرت عمر نے اس سے اویس کا حال پوچھا۔ اس نے بتایا کہ وہ نہایت تنگ دست ہیں ایک بوسیدہ جھونپڑے میں رہتے ہیں۔ حضرت عمر نے اس سے اویس کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بیان کی یہ شخص واپس جا کر اویس سے اپنے لئے دعائے مغفرت کا طالب ہوا۔ انہوں نے فرمایا کہ تم ابھی تازہ تازہ ایک مقدس سفر سے آرہے ہو۔ اس لئے تم میرے لئے دعا کرو۔ پھر پوچھا تم عمر سے ملے تھے۔ اس نے کہا ہاں، اس گفتگو کے بعد اویس نے اس شخص کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔ (بحوالہ کتاب الفضائل)

ملاقات حضرت ہرم بن حیان

ہرم بن حیان ایک صاحب دل تابعی ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں :-

" میں اویس قرنی کی زیارت کی تمنا میں کوفہ گیا۔ اور تلاش کرتے کرتے فرات کے کنارے پہنچا۔ وہاں دیکھا کہ ایک شخص تنہا بیٹھا نصف النہار کے وقت وضو کر رہا ہے۔ اور کپڑے دھو رہا ہے۔ میں اویس کے اوصاف سن چکا تھا۔ اس لئے فوراً پہچان گیا۔ وہ ایک فربہ اندام اور سخت گندم گوں آدمی تھے۔ بدن پر بال زیادہ تھے۔ سر منڈا ہوا تھا۔ داڑھی گھنی تھی۔ بدن پر ایک صوف کا ازار اور ایک صوف کی چادر تھی۔ چہرہ بہت بڑا اور مہیب تھا۔ قریب پہنچ کر میں نے سلام کیا۔ اویس نے جواب دیا اور میری طرف دیکھ کر کہا۔ خدا تم کو زندہ رکھے۔ میں نے کہا، اویس تم پر خدا رحمت نازل کرے۔ اور تمہاری مغفرت فرمائے تمہارا کیا حال ہے۔ غایت محبت میں ان کی ظاہری حالت پر میرے آنسو نکل آئے۔ مجھے روتا دیکھ کر وہ بھی رونے لگے۔ اور مجھ سے فرمایا ہرم بن حیان! خدا تم پر رحم کرے۔ میرے بھائی تم کیسے ہو۔ تم کو میرا پتہ کس نے بتایا۔ میں نے کہا خدا نے، اس جواب پر انہوں نے فرمایا، لَاۤ اِلٰہَ سُبْحَانَ رَبِّنَا اِنْ کَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا مِیْن سَمَاۤئِی۔ ہرم بن حیان کہتے ہیں کہ اس سے پہلے نہ کبھی میں نے ان کو دیکھا تھا۔ اور نہ انہوں نے مجھے دیکھا تھا۔ اس لئے میں نے ان سے پوچھا۔ آپ نے میرا اور میرے باپ کا نام کیسے جان لیا، خدا کی قسم آج سے پہلے کبھی میں نے آپ کو نہ دیکھا تھا۔ فرمایا علیم و خبیر نے مجھے بتایا۔ جب تمہارے نفس نے میرے نفس سے باتیں کیں۔ اسی وقت میری روح نے تمہاری روح کو پہچان لیا۔ زندہ اور چلتے پھرتے لوگوں کی طرح روحوں کے بھی جان ہوتی ہے۔ مؤمنین خواہ کبھی آپس میں نہ ملے ہوں۔ اور نہ ان میں کوئی تعارف ہو اور نہ باتیں کرنے کا اتفاق ہوا ہو۔ لیکن وہ سب ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔ اور خدا کی روح کے وسیلہ سے باتیں کرتے ہیں۔ خواہ وہ ایک دوسرے سے کتنے ہی دور کیوں نہ ہوں۔

میں نے درخواست کی کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حدیث سنائیے۔ تاکہ میں آپ کی زبان سے سن کر اس کو یاد کر لوں فرمایا میں نے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پایا اور نہ آپ کی صحبت سے بہرہ ور ہوا۔ البتہ آپ کے دیکھنے والوں کو دیکھا ہے۔ اور تم لوگوں کی طرح مجھے بھی آپ کی حدیثیں پہنچی ہیں۔ لیکن میں اپنے لئے یہ دروازہ کھولنا نہیں چاہتا۔ کہ محدث۔ فلسفی یا مفتی بنوں۔

ہرم بن حیان! مجھے خود اپنے نفس کے بہت سے کام ہیں۔ یہ جواب سن کر میں نے عرض کیا۔ کہ پھر قرآن ہی کی کچھ آیات سنا دیجئے! مجھے آپ کی زبان سے قرآن سننے کی خواہش ہے۔ میں خدا کے لئے آپ کو محبوب رکھتا ہوں ۔ میرے لئے دعا فرمائیے۔ اور کچھ وصیتیں کیجئے۔ تاکہ میں ان کو ہمیشہ یاد رکھوں۔ میری درخواست سن کر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم۔ پڑھ کر چیخ مار کر رونے لگے۔ اور فرمایا میرے رب کا ذکر بلند ہے۔ سب سے زیادہ اچھا کلام اس کا کلام ہے۔ یہ کلمات فرما کر ما خلقنا السموت والارض سے ھو العزیز الرحیم تک تلاوت کر کے چیخ

مار کر ایسے خاموش ہوئے۔ کہ میں سمجھا بے ہوش ہو گئے۔ پھر مجھ سے فرمایا ہرم بن حیان تمہارے باپ مر چکے۔ عنقریب تم کو بھی مرنا ہے۔ ابو حیان مر چکے ان کے لئے یا جنت ہے یا دوزخ۔ ابن حیان! آدم مر گئے۔ حوا مر گئیں۔ ابن حیان! نوح اور ابراہیم خلیل الرحمن مر گئے۔ ابن حیان، موسی نجی الرحمان مر گئے۔ ابن حیان! داؤد خلیفۃ الرحمن مر گئے۔ ابن حیان! محمد رسول الرحمن مر گئے۔ ابن حیان! ابوبکر خلیفۃ المسلمین مر گئے۔ ابن حیان! میرے بھائی عمر بن الخطاب مر گئے۔ یہ کہہ کر واعمراہ کا نعرہ لگایا۔ اور ان کے لئے رحمت کی دعا کی۔ حضرت عمر فاروق اس وقت زندہ تھے۔ اور ان کی خلافت کا آخری زمانہ تھا۔ اس لئے میں نے کہا خدا آپ پر رحم کرے۔ عمر بن الخطاب تو زندہ ہیں۔ فرمایا ناں۔! جو کچھ میں نے کہا ہے۔ اگر تم اس کو سمجھو۔ تو خود جان جاؤ گے۔ ہمارا تمہارا شمار مردوں ہی میں ہے۔ ہونے والی بات ہو چکی۔ اسکے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا۔ اور چند مختصر دعائیں پڑھ کر کہا ہرم بن حیان یہ کتاب اللہ، صلحائے امت کی ملاقات، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام میری وصیت ہے۔ میں نے اپنی خبر موت دی۔ اور تمہاری خبر موت دی۔ آئندہ ہمیشہ موت کو یاد رکھنا۔ اور ایک لمحہ کے لئے بھی اس سے غافل نہ ہونا۔ واپس جا کر اپنی قوم کو ڈرانا۔ اور اپنے ہم مذہبوں کو نصیحت کرنا۔ اور اپنے نفس کے لئے کوشش کرنا خبردار جماعت کا ساتھ نہ چھوڑنا۔ ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں تمہارا دین چھوٹ جائے۔ اور قیامت میں تم کو آتش دوزخ کا سامنا ہو۔ پھر فرمایا خدایا اس شخص کا گمان ہے کہ وہ تیرے لئے مجھ سے محبت کرتا ہے۔ اور تیرے لئے مجھ سے ملاقات کی۔ اس لئے خدایا جنت میں۔ اس کا چہرا مجھے پہنچوانا اور اپنے گھر دارالسلام میں مجھے ان سے ملانا۔ وہ دنیا میں جہاں کہیں بھی رہے۔ اس کو اپنے حفظ وامان میں رکھ۔ اس کی کھیتی باڑی کو اس کے قبضہ میں رہنے دے۔ یہ دعائیں دیکر مجھ سے خطاب فرمایا۔ کہ ہرم بن حیان اب میں تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں اچھا سلام علیک ورحمتہ اللہ۔ اب تم کو آج سے نہ دیکھوں، میں شہرت، ناپسند کرتا ہوں۔ اور تنہائی اور عزلت کو دوست رکھتا ہوں۔ جب تک میں دنیا میں لوگوں کے ساتھ زندہ رہونگا۔ انتہائی غم والم میں مبتلا رہونگا۔ اس لئے آئندہ نہ تم مجھے پوچھنا۔ اور نہ تلاش کرنا۔ تمہاری یاد میرے دل میں ہمیشہ رہے گی۔ لیکن اس کے بعد نہ میں تم کو دیکھوں گا اور نہ تم مجھ کو دیکھ سکو گے۔ مجھے یاد کرتے رہنا اور میرے لئے دعائے خیر کرنا۔ میں بھی انشاء اللہ تم کو یاد اور تمہارے لئے دعائے خیر کرتا رہونگا۔

متبعین اہل سنت والجماعت کیلئے ایک عظیم علمی تحفہ

کتاب نماز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جس میں

• دلکش ترتیب۔
• اردو خواں حضرات کیلئے مدنی تحفہ جس کی افادیت مسلمہ ہے۔
• امام ابوحنیفہؒ کی علمی عظمت، فلسفیانہ انداز استدلال اور سنت سے والہانہ وابستگی کی ایک جھلک۔
• مسائل قرآن مجید، احادیث مبارکہ اور آثار صحابہؓ سے مدلل۔
• پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی نماز کی واضح تصویر
• مستند ماخذ، علمی سرمایہ، عام فہم انداز بیان۔

تالیف: الشیخ محمد الیاس فیصل مدینہ منورہ

تقدیم: الشیخ محمد شفیق اسعد

ہر اچھے بکسٹال سے یا براہ راست ہم سے طلب کریں

سُنّی پبلی کیشنز
پوسٹ بکس نمبر ۶۶، لاہور

قیمت ۵۱/۰۰ روپے

مجید لاہوری مرحوم

"جمہوریت"

رمضانی نے کہا۔۔۔۔ "بابوجی"! جمہوریت کس کو کہتے ہیں۔؟

میں نے کہا "بھائی میرے! جو چیز میں نے دیکھی نہیں اس کے متعلق کیا عرض کروں؟ سنا ہے کہ اگر بہت سے آدمی مل کر کہہ دیں کہ سورج مغرب سے نکلتا ہے۔ اور مشرق میں غروب ہوتا ہے تو ان کی رائے کو جمہوری رائے کہنا پڑیگا۔ مثلاً انچاس آدمی کہیں کہ گدھے کے سر پر سینگ نہیں ہوتے اور اکیاون آدمی کہتے ہیں کہ گدھے کے سر پر سینگ ہوتے ہیں تو جمہوری فیصلہ یہی ہوگا کہ گدھے کے سر پر سینگ ہوتے ہیں۔ اور اگر اتفاق سے انچاس آدمی کوشش کر کے اکیاون آدمیوں میں سے دو آدمی توڑ کر لے جائیں اور پھر یہ گروہ کہے کہ گدھے کے سر پر سینگ نہیں ہوتے تو گدھے کے سر سے سینگ دیکھتے دیکھتے غائب ہو جائیں گے۔

خدا بخشے ہمارے علامہ اقبال بڑی سوچ سمجھ رکھنے والے شاعر تھے۔ ان سے پوچھا گیا کہ جمہوریت کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ۔۔۔۔۔ جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں

بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

مطلب یہ ہے کہ جمہوریت میں "دماغوں" کی گنتی نہیں ہوتی صرف ہاتھوں کی گنتی ہوتی ہے۔۔۔۔۔ اور اس جمہوریت کا تماشا خود علامہ اقبال نے بھی اپنی زندگی میں دیکھا۔ دنیا نے انہیں بہت بڑا مفکر مانا۔ وہ شاعر مشرق، ترجمان حقیقت، پیغمبر خودی، حکیم الامت دانائے راز۔ علامہ۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ بار ایٹ لاء سبھی کچھ تھے۔ مگر جب الیکشن میں کھڑے ہوئے تو ناکام ہوئے اور انکی جگہ جس شخص کے سر پر کامیابی کا سہرا بندھا اس کو سوائے اس کی آل اولاد کے چڑیا کا بچہ بھی نہیں جانتا۔ مگر صاحب جمہوریت کا فیصلہ یہی تھا۔

جب لوگوں نے دیکھا کہ ایسی جمہوریت جس میں دماغ کی مرمت "ہاتھ کر دیں" بالکل بے کار ہے تو وہ سوچنے لگے یعنی "دماغوں" نے محاذ بنا لیا۔ دوسری طرف ہاتھ اپنے کام میں لگے رہے۔ اس منزل سے "دماغوں" نے اپنے اپنے سانچے بنائے اور ان سانچوں میں جمہوریت کو ڈھالنا شروع کیا۔ وہ نعرے لگانے لگے کہ

"ہماری جمہوریت تاندلیا نوالہ منڈی کا خالص گھی ہے۔ ملاوٹ ثابت کرنے والے کو پانچ سو روپیہ انعام"

مزے کی بات یہ ہے کہ ہر "ملاوٹ" پر "خالص" کا لیبل لگا دیا گیا۔۔۔۔۔ یہاں تک کہ "کھوپرے کے تیل" کو "خالص گھی" سمجھا گیا اگر کسی نے "کھوپرے کے تیل" میں تھوڑا بہت "خالص گھی" ملایا۔ تو لوگوں نے کہا یہ "ملاوٹ" ہے۔۔۔۔۔۔ پہلے تو لوگ خالص گھی میں ملاوٹ کرتے ہیں۔ اب "ڈالڈا" میں بھی ملاوٹ ہونے لگی بس جمہوریت کی بات بھی کچھ ایسی ہی ہے۔

جس طرح ایک انسان کی شکل دوسرے انسان سے اور ایک گھڑی کا وقت دوسری گھڑی سے نہیں ملتا۔ اسی

طرح ایک ملک کی جمہوریت دوسرے ملک کی جمہوریت سے نہیں ملتی۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ جمہوریت پانی بن گئی۔------- یہ پانی آپ نے لوٹے میں ڈالا تو یہ لوٹا بن گئی۔ گلاس میں بھر دیا تو اس نے گلاس کا روپ دھارا۔ صراحی میں ڈالا تو اس کی صراحی دار گردن بنی۔ اسے آپ موم کی ناک کہہ لیجئے۔ بس جدھر کو موڑا ادھر کو مڑ گئی۔ پہلے یہ نیچے سے اوپر کو جاتی تھی۔ یعنی "نیچے والے "اپنی رائے سے" اوپر والوں کو بناتے تھے۔ مگر "جمہوری انقلاب" دیکھئے کہ یہ "اوپر" سے "نیچے" آنے لگی۔ "اوپر والے" آئے اور "نیچے والوں" نے گھٹنے ٹیک کر انگوٹھے لگا دیئے۔ اس کو بھی جمہوریت ہی کا نام دیا گیا۔

جس طرح ایک شاعر کا محبت نے بری طرح حلیہ بگاڑا تھا۔ اور اس نے کہا تھا۔

محبت نے بری طرح مرا حلیہ بگاڑا ہے
کہ اپنی شکل بھی دیکھوں تو پہچانی نہیں جاتی

اس طرح جمہوریت کا کچھ ایسا حلیہ بگڑا ہے کہ ہم آپ تو خیر پہچاننے سے رہے۔ اگر خود جمہوریت بھی آئینے میں اپنی طلعت مبارک کی زیارت کا شرف حاصل کرے تو خود کو نہ پہچان سکے۔

یہ تو خیر ایک عام جائزہ تھا دنیا بھر کی جمہوریت کا۔ ہم اپنے گھر میں آتے ہیں۔ ہمارے ہاں جمہوریت آئی۔

چنانچہ ایسا ہوا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوتا رہا۔ وہ آپ جانتے ہیں۔ عیاں راچہ بیاں۔ وہ جمہوریت جس کا نام مسلم لیگ تھا مر گئی۔ کیوں مر گئی۔---------- یار لوگوں نے کرسیوں کی خاطر اس کا گلا گھونٹ دیا۔ بکس توڑے--------- ہیر پھیرا------ دھاندلی کی------- تھانیدار کا ڈنڈا گھمایا-------

غرضیکہ اس کا خوب کچومر نکالا-------ادھر یہ سب کچھ ہوا اور دوسری طرف "داغوں" نے تعصب پھیلایا------ ان مظالم کو اجاگر کیا------ اور "ہاتھوں" نے ان کا ساتھ دیا وہ لوگ بھی جمہور کے نمائندے قرار پائے------- اعلان ہوا کہ جمہوریت کی بحالی ہو گئی۔ کرسی ملی تو "داغ" کرسی پر چڑھ بیٹھا۔ جمہوریت بچاری تھکی ہاری تھی بستر پر لیٹ گئی اور پڑے پڑے سو گئی۔

اقبال کی خودی کی طرح جمہوریت سوئی ہوئی ہے------ اور یہ حکمران کی ساحری کا کمال ہے-------- اب جو کچھ ہو رہا ہے۔ وہ جمہوریت کے نام پر ہو رہا ہے۔ اور جمہوریت بچاری کو خبر ہی نہیں کہ اس کے پرستاروں نے اس کے جوگی کا برن لیا ہے۔ اور وہ جنگل جنگل گھوم رہے ہیں-------- ایک شخص کو کرسی سے اتارا جاتا ہے۔ وہ کرسی سے اترتے ہی جمہوریت کی دہائی دیتا ہے۔ کہ جمہوریت پامال ہو گئی۔ جو اس کو کرسی سے اتارتا ہے۔ اس کو "شاباش" ملتی ہے۔ کہ واہ واہ

وہ کام کیا تو نے جو رستم سے نہ ہو گا

اگر وہی لوگ جو کرسی سے اترے تھے حالات کے کروٹ بدلنے پر پھر کرسی پر آجائیں تو سمجھ لیجئے کہ جمہوریت پھر بحال ہو گئی--------- میں نے کہا ہاں تو-------- رمضانی بھائی! میں صرف یہ جانتا ہوں کہ جمہوریت کا دوسرا نام کرسی ہے۔ ملک فیروز خان نون کرسی پر تھے تو۔

جمہوریت بحال تھی وہ کرسی پر نہیں رہے تو۔ جمہوریت بے حال ہے۔ (29۔ مئی 55ء)

محمد اکرم تائب

مزے سے گوشت ہم کھاتے ہیں اب رکھ کر فریزر میں

حکومت میں ہے کچھ تو ہاتھ اپنا بھی میرے یارو
کہ رائے مانگی تو جاتی ہے گوانی نہیں جاتی
سفیدی آگئی سر میں مگر دل ہے سیہ اب تک
سمندر خشک ہے لیکن طغیانی نہیں جاتی
بیوٹی پارلر والوں کی یہ ساری شرارت ہے
کہ بی اماں جو گھر والوں سے پہچانی نہیں جاتی
جتن لاکھوں کئے تم نے مگر میداں ہمیں جیتے
حقیقت خود کو منوالیتی ہے مانی نہیں جاتی
مزے سے گوشت ہم کھاتے ہیں اب رکھ کر فریزر میں
کہ پورا مہ ہی اب تو عید قربانی نہیں جاتی
ہزاروں قسم کے شیمپو ہیئر ٹانک لگا ڈالے
مگر پھر بھی یہ بالوں کی پریشانی نہیں جاتی
لڑے جاتے ہیں پھر اک دوسرے سے ووٹ کی خاطر
الیکشن میں یہ نادانوں کی نادانی نہیں جاتی
زمانہ ہوچکا پولیس کو چھوڑے ہوئے لیکن
دماغوں سے ابھی تک بوئے سلطانی نہیں جاتی
کسی کو بھی پتہ چلتا نہیں ہے ان کی آمد کا
وہ یوں آواز دیتے ہیں کہ پہچانی نہیں جاتی

حکیم محمود احمد ظفر۔ سیالکوٹ

(قسط سوم ۳)

امامت و خلافت

امام اور عصمت

شیعہ کے نزدیک امام کے لئے عصمت ضروری ہے حالانکہ عصمت خاصۂ انبیاء ہے اس دعویٰ کی دلیل ان کے نزدیک یہ ہے کہ امام نبی کا نائب ہوتا ہے اور نبی چونکہ معصوم ہوتا ہے لہذا اس کا نائب بھی معصوم ہونا چاہیے، ورنہ نبی کے فرائض کو وہ کس طرح ادا کر سکے گا۔ ہر شخص کا نائب وہی ہو سکتا ہے جو صفات کمال میں اس کا مثل ہو کیونکہ اس کے بغیر حق نیابت ادا نہیں ہو سکتا۔

یہ دلیل منطقی طور پر اپنے اندر کوئی وزن نہیں رکھتی اگرچہ اس کو پر کشش طریقے سے پیش کیا جاتا ہے اور عوام کو اس کے ذریعہ مغالطہ دیا جاتا ہے۔ یہ لوگ اس بات سے ناآشنا ہیں کہ امام کن فرائض کی ادائیگی میں نبی کا نائب ہے۔

نبی کے دو کام ہیں

اول یہ کہ بارگاہ خداوندی سے احکام حاصل کرے

دوم یہ کہ ان احکام کو مخلوق تک پہنچائے

امام پہلے کام میں نبی کا نائب نہیں ہوتا بلکہ صرف دوسرے کام میں نبی کا نائب ہوتا ہے اور عصمت کی ضرورت پہلے کام میں ہے کیونکہ نبی نے جہاں سے احکام حاصل کئے ہیں وہ مأخذ اُن کا ہماری نظر کے سامنے نہیں۔ وہاں تک ہماری رسائی نہیں کہ ہم جانچ سکیں کہ آیا احکام لینے اور سمجھنے میں کوئی غلطی تو نہیں ہوئی ہے لہذا اگر نبی معصوم نہ ہو تو دین پر اعتبار نہ رہے گا۔ بخلاف امام کے کہ وہ بارگاہ خداوندی سے احکام حاصل نہیں کرتا۔ اس پر وحی نہیں آتی۔ اس کا کام صرف یہ ہے کہ نبی کے پہنچائے ہوئے احکام یعنی قرآن و سنت کی اشاعت و حفاظت کرے اور انہیں کی تنفیذ کرتا رہے۔ امام کا مأخذ سب کے پیش نظر ہے اگر اس سے کوئی غلطی ہو جائے تو اس کا علم ہو سکتا ہے اور دین میں کوئی اشتباہ نہیں پیدا ہو سکتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر یہ کلیہ صحیح ہو کہ معصوم کے نائب کا بھی معصوم ہونا ضروری ہے تو چاہیے کہ تمام علماء اور مجتہدین بھی معصوم ہوں کیونکہ بالاتفاق وہ بھی نائب نبی اور نائب امام ہیں۔ علماء اور مجتہدین کو چھوڑیئے خود امام اپنے زمانے میں جن کو اپنا نائب مقرر کر کے اطراف و جوانب میں روانہ کرتا ہے ان کا معصوم ہونا تو ضروری ہوگا مثلاً سیدنا علی نے اپنے زمانے میں جن جن لوگوں کو اپنی طرف سے کسی مقام کا گورنر بنایا اور ان کو اپنا نائب قرار دیا ان سب کو معصوم کہنا چاہیے حالانکہ شیعہ بھی اس کے قائل نہیں سیدنا علی خود اپنے نائبوں کے شاکی رہے اور ان کی خیانتوں پر افسوس فرمایا کرتے تھے۔

ائمہ کی عصمت کے بارہ میں شیعہ کی طرف سے دوسری دلیل جو بڑی طمطراق کے ساتھ پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ امام کی اطاعت اللہ تعالیٰ نے واجب قرار دی ہے اگر وہ معصوم نہ ہو تو اس سے گناہ کا صدور ممکن ہوگا اور گناہ میں بھی اس کی اطاعت کرنا پڑے گی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مخلوق خداوندی بجائے ہدایت کے گمراہی میں مبتلا ہو جائے گی اور وہ مقصود جو نبی اور امام کے تقرر سے ہے، فوت ہو جائے گا۔ یہ بات شان خداوندی سے بعید ہے۔ چنانچہ شیعہ محدث ملا

باقر مجلسی اس بات کو ان الفاظ میں پیش کرتا ہے

"چونکہ ائمہ کی بعثت سے مقصود یہ ہے کہ لوگ ان کی اطاعت کریں اور اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی جو وہ ارشاد فرمائیں ان کی تعمیل کریں۔ لہذا اگر اللہ تعالیٰ ان کو معصوم نہ بنائے تو بعثت کے مقصود کے خلاف ہوگا اور حکیم کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ کوئی ایسا فعل کرے جو اس کے مقصود کے خلاف ہو۔

(حیات القلوب جلد 1 صفحہ 17، ہند)

یہ دلیل ہر لحاظ سے غلط ہے

اول تو یہی غلط ہے کہ امام اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف اور صرف انبیاء علیھم السلام مبعوث ہوتے ہیں۔

دوسرے یہ بھی غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مقصود یہ ہے کہ امام کی ہر بات میں اطاعت کی جائے بلکہ امام کی اطاعت کا حکم اس بات کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ بات قرآن و حدیث کے خلاف نہ ہو اور اگر اس کی کوئی بات قرآن و حدیث کے خلاف ہو تو اس کی اطاعت اس بارہ میں جائز نہیں۔ کیونکہ قرآن حکیم میں ہے:

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اولی الامر (صاحبان حکومت) کی جو تم میں سے ہوں (یعنی مسلمان ہوں) پھر اگر تم میں اور صاحبان حکومت میں باہم کسی بات میں اختلاف واقع ہو جائے تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف واپس کردو

(القرآن)

یعنی جس کی بات اللہ اور اس کے رسول کے مطابق ہوگی خواہ وہ تمہاری ہو یا ان کی، اسی کی بات قائم رہے گی البتہ یہ رسول کی شان ہے کہ اس کی اطاعت ہر بات اور ہر حال میں فرض ہے۔

قرآن حکیم ہی میں ایک اور موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

"جو حکم رسول تم کو دیں اس کو لے لو اور جس بات سے منع کریں اس سے باز آجاؤ۔ (القرآن)

ایک اور مقام پر حکم خداوندی ہے کہ

"جس نے رسول کی اطاعت کی بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کی" (القرآن)

ان قرآنی آیات کے علاوہ قرآن حکیم میں اور بھی کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ نے صرف اور صرف رسول کی اطاعت کو ہر بات میں ضروری اور واجب قرار دیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ رسول کی کسی بات کا اللہ رب العزت کے حکم کے خلاف ہونا ممکن نہیں اور یہ صرف پیغمبر کی شان ہے کہ ہر بات میں اس کی اطاعت فرض ہو۔ امام کی یہ شان ہرگز نہیں کہ ہر بات میں اس کی اطاعت ضروری اور فرض ہو۔ لہذا رسول کا معصوم ہونا ضروری ہے امام کا معصوم ہونا ضروری نہیں ہے۔

اگر شیعہ غیر معصوم کی اطاعت کو کسی درجہ میں بھی جائز نہ رکھیں اور موجب گمراہی سمجھیں تو سب سے پہلے نماز کے امام کو معصوم ہونا چاہئے نماز سے بڑھ کر دین کا اور کونسا کام ہوسکتا ہے نماز کا امام معصوم نہ ہو تو ممکن ہے کہ واجبات نماز میں خلل آجائے سہواً بے طہارت نماز پڑھادے اور پھر یہ بھی ہونا چاہئے کہ نماز کے امام کے امام اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے مقرر ہوں۔ اس کے بعد پھر امام کے قاصد، امام کے گورنر اور امام کے احکام کے ناقل سب کو معصوم ہونا چاہئے۔ تنہا امام کے معصوم ہونے سے کیا کام چل سکتا ہے کیونکہ امام تو ایک جگہ رہے گا دوسرے مقامات کے لوگوں تک امام کے احکام جن لوگوں کے ذریعہ پہنچیں گے وہ اگر معصوم نہ ہوئے تو خرابی بدستور موجود رہے گی۔

اگر یہ کہا جائے کہ فقط امام کا معصوم ہونا اس سبب سے کافی ہے کہ وہ اس بات کا انتظام رکھے گا کہ کوئی شخص اس کے احکام کے نقل کرنے میں غلطی نہ کرسکے تو بات بالکل نامعقول اور خلاف واقعات ہے۔ سیدنا علی پر باوجودیکہ

تمام خدائی اختیارات ان کو دیے گئے لیکن ان پر بکثرت افتراء پردازیاں ہوئیں مملکت اسلامیہ کا وہ کوئی استحکام نہ کرسکے۔ دوسرے ائمہ پر بھی لوگوں نے جھوٹ باندھے جس کا اقرار شیعہ کی کتابوں میں بکثرت موجود ہے۔ اور اب تو صدیوں سے کوئی امام معصوم موجود نہیں اور شیعہ بھی غیر معصوم ہی کی پیروی کر رہے ہیں اگر بفرض محال مان لیا جائے کہ امام مہدی زندہ ہیں اور نماز میں موجود ہیں تو ایسی زندگی سے کیا فائدہ جب کہ نہ کوئی ان سے مل سکتا ہے اور نہ ان کے احکام معلوم ہوسکتے ہیں تو ان کا عدم وجود برابر ہے

لطیفہ

اس سلسلہ میں ایک لطیفہ ذہن میں رکھیئے کہ ایک طرف تو شیعہ ائمہ کرام کو معصوم ثابت کرتے ہیں لیکن دوسری طرف ان کی کتابیں انبیاء علیہم السلام کو گناہ گار بتاتی ہیں، حالانکہ جو لوگ اماموں کی عصمت کے قائل ہیں وہ گویا شرک فی النبوۃ کرتے ہیں۔ چنانچہ شیعہ کی سب سے معتبر کتاب اصول کافی میں سیدنا آدم علیہ السلام کے بارہ میں لکھا ہے کہ ان میں تین میں سے دو اصول کفر موجود تھے چنانچہ لکھا ہے کہ

"امام جعفر صادق نے فرمایا کہ اصول کفر تین ہیں۔ حرص، تکبر اور حسد

حرص تو آدم علیہ السلام نے کی۔ جب درخت سے منع کیا گیا تو حرص نے انہیں کھانے پر برانگیختہ کیا اور تکبر شیطان نے کیا جب آدم علیہ السلام کے لئے سجدہ کا حکم ہوا اور وہ انکاری ہوا۔ حسد آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں نے کیا جب کہ ایک نے دوسرے کو قتل کیا۔

(اصول کافی صفحہ 517، ہند امالی شیخ صدوق ص 251 قم)

اس روایت میں تو صرف ایک وجہ کفر سیدنا آدم کی طرف منسوب کی گئی ہے لیکن ایک اور روایت میں حسد کو بھی سیدنا آدم علیہ السلام کی طرف منسوب کیا گیا ہے چنانچہ لکھا ہے

"اللہ تعالیٰ نے آدم اور حوا کو ائمہ اہل بیت پر حسد کرنے سے منع کیا اور کہا کہ میرے نوروں کی طرف حسد کی نگاہ سے مت دیکھنا ورنہ تمہیں قرب رحمت سے جدا کردیا جائے گا اور تم پر ذلت و خواری ڈال دی جائے گی۔ پس شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ پیدا کیا اور انہیں فریب دیا اور انہیں اس پر اکسایا کہ وہ اس کی منزلت اور مرتبہ کی آرزو کریں۔ پس آدم اور حوا ان پر حسد کرنے سے باز نہ آئے اور اسی کی سزا میں یہ دونوں جنت سے باہر نکال پھینکے گئے"

(حیات القلوب جلد 1 صفحہ 50)

معانی الاخبار میں ابن بابویہ قمی نے بھی اس روایت کو ذرا تفصیل سے نقل کیا کہ

"اللہ تعالیٰ نے آدم و حوا دونوں سے کہا خبردار جو تم دونوں نے حضرات ائمہ کی طرف حسد کی نگاہ سے دیکھا اور ان کے مقام و مرتبہ کی تمنا جو میرے نزدیک ہے، کبھی تمنا کی، ورنہ میری نافرمانی اور حکم عدولی کے مرتکب ہوکر ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ ان دونوں نے پوچھا اے اللہ ظالم کون ہیں؟ حق تعالیٰ نے فرمایا وہ لوگ ائمہ اہل بیت کے مقام کے ناحق مدعی ہوں گے (المدعون لمنزلتھم بغیر حق) انہوں نے عرض کیا اے اللہ! جہنم کی آگ میں ان کا مقام تو دکھا دیجیے۔ فرمایا ان کے مقام و مرتبہ کے دعویداروں کا مقام دوزخ کے سب سے نچلے حصہ میں ہے"

"پھر شیطان نے ان دونوں (آدم و حوا) کو وسوسہ ڈالا اور ان کے مرتبہ و منزلت کی تمنا پر ابھارا تو ان دونوں نے ان کی طرف حسد کی آنکھ سے دیکھا اور رسوا ہوئے حتیٰ کہ گندم کا درخت کھالیا (فنظر الیھم بعین الحسد فخذلا حتی اکلا من شجرۃ الحنطۃ)

حق تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ تم دونوں نے یقیناً اپنی جانوں پر ظلم کرلیا ہے کیونکہ ان کے مقام و مرتبہ کی تمنا کی جنہیں تم پر فضیلت دی گئی ہے۔ چنانچہ ان دونوں نے عرض کیا اے اللہ! ہم تجھ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، علی، فاطمہ، حسن، اور

حسین کے واسطہ سے درخواست کرتے ہیں جو تیرے نہایت مقبول اور برگزیدہ بندے ہیں اور تمام ائمہ اہل بیت کے واسطہ سے سوال کرتے ہیں کہ تو ہماری توبہ قبول فرما۔۔۔۔ اسی لئے تمام انبیاء علیہم السلام اس امانت کی حفاظت فرماتے رہے اور اپنے وصیت شدہ اصحاب کو اس کی خبر دیتے رہے۔

(معانی الاخبار ص 109، بیروت)

ملا باقر مجلسی نے اس روایت کو اپنی ایک اور کتاب میں بھی نقل کیا ہے کہ

"اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ خبردار جو تو نے حسد کی نگاہ سے ان ائمہ کو دیکھا وگرنہ میں تجھے اپنے قرب سے دور کردوں گا۔ پس آدم علیہ السلام نے حسد کی نگاہ سے انہیں دیکھا اور ان کے مرتبہ و منزلت کے حصول کی خواہش کی۔ سو شیطان ان پر مسلط ہوگیا بالآخر اس درخت کو کھالیا جس کے کھانے سے انہیں منع کیا گیا تھا۔ ادھر حوا پر بھی شیطان مسلط ہوگیا، کیونکہ انہوں نے سیدہ فاطمہ کی طرف حسد کی نگاہ سے دیکھا تھا (وتسلط علیٰ حواء لتنظر الیٰ فاطمہ بعین الحسد) آخر کار انہوں نے بھی آدم علیہ السلام کی طرح درخت کا پھل کھالیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے دونوں کو اپنی جنت سے باہر نکال دیا"

(بحار الانوار جلد 16 ص 362، تہران)

اسی طرح شیخ صدوق شیعی نے بھی اس روایت کو اپنی کتاب عنوان اخبار الرضاء جلد اول 239، تہران پر نقل کیا ہے

یہ روایت کئی کتابوں کے حوالے سے اس وجہ سے نقل کی گئی ہے تاکہ یہ پتہ چل سکے کہ تمام شیعہ علماء اس کو مانتے ہیں اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ حسد چونکہ اصول کفر میں سے ایک ہے لہٰذا آدم علیہ السلام اس کے مرتکب ہوئے تھے۔

یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ بتایا یہ جارہا تھا کہ شیعہ حضرت ائمہ کرام کو معصوم مانتے ہیں حالانکہ وہ معصوم نہ تھے اور نہ ہی انہوں نے کبھی اپنی عصمت کا اقرار کیا۔ چنانچہ ابوالائمہ سیدنا علی خود فرماتے ہیں

فانی لست فی نفسی بفوق ان اخطئ ولا امن ذالک من فعل الا ان یکف اللہ من نفسی ماھوا ملک بہ منی

میں خطاء کرنے سے برتر نہیں ہوں اور نہ اپنے فعل میں خطاء سے مامون ہوں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایسے فعل کی توفیق عطا فرمائے جس کا وہ میری نسبت زیادہ مالک ہے۔

(نہج البلاغۃ خطبہ 316 صفحہ 235)

امام منصوص من اللہ بھی نہیں ہوتا

جب دلائل کی روشنی میں امام کا معصوم ہونا ثابت نہ ہو تو اس کے منجانب اللہ منصوص ہونے کی شرط بھی باطل ہو گئی بلکہ لوگوں کو اختیار ہے کہ جس طرح وہ خود نماز کا امام مقرر کرلیتے ہیں اسی طرح اس امام کو بھی منتخب کرلیا کریں جو ان کے لئے امور مملکت سرانجام دیا کرے چنانچہ خود سیدنا علی نے بھی اس بات کو تسلیم فرمایا ہے کہ

"شوریٰ مہاجرین اور انصار کا حق ہے۔ پس اگر وہ اتفاق کرکے کسی شخص کو امام نامزد کردیں تو اسی میں اللہ تعالیٰ کی رضا مندی ہے

(نہج البلاغۃ ص 446، بیروت)

اسی کتاب میں جو شیعہ کے نزدیک نہایت معتبر کتاب ہے، امام کے منصوص من اللہ اور غیر معصوم ہونے کے بارہ میں سیدنا علی کا ارشاد ان الفاظ میں مرقوم ہے

"لوگوں کے لئے ایک امیر کا ہونا ضروری ہے خواہ وہ نیک ہو یا فاجر۔ اس کی حکومت میں مومن (آخرت کے لئے) عمل کرے اور آخر (مال دنیا سے) مستفید ہو اور اس کی امارت میں پیادہ (منزل مقصود) کو پہنچ سکے۔ راستے محفوظ ہوں اور کمزور

زبردست سے اپنا حق لے سکے تاکہ نیکو کار امن و آسائش میں رہے اور فاسق و فاجر لوگوں سے کھٹکا نہ رہے"
(نہج البلاغتہ ص 82، بیروت)

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ حضرات نے امام کے لئے جو دو شرائط مقرر کی ہیں کہ ایک یہ کہ وہ معصوم ہو کیونکہ وہ نبی کا نائب ہے اور دوسرے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہو۔ لوگ باہمی مشورے سے اسے مقرر نہیں کر سکتے اور جو باہمی مشورہ سے مقرر ہو وہ امام یا خلیفہ نہیں ہو سکتا۔

یہ دونوں باتیں عقل و نقل اور شیعہ حضرات کی کتابوں کی رو سے سرتاپا غلط ہیں اور سیدنا علی کا قول و عمل اس کی تردید کرتا رہا ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ایک موقع پر ارشاد فرمایا

"خدا کی قسم! مجھے نہ ہی خلافت کے لئے کوئی رغبت ہے اور نہ ہی ولایت کے لئے کوئی خواہش۔ بلکہ تم نے مجھے خود اس کی دعوت دی اور مجھے اس کی رغبت دلائی"
(نہج البلاغتہ ص 397، بیروت)

معلوم ہوا کہ آپ اپنے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا ہوا خلیفہ یا امام نہ سمجھتے تھے ورنہ آپ کبھی ایسا نہ فرماتے کہ تم نے مجھے اس کی دعوت دی تھی اور خلیفہ بنایا تھا۔ مجھے تو اس کی کوئی خواہش اور رغبت نہ تھی۔ چنانچہ شہادت عثمان کے بعد جب لوگوں نے آپ کی بیعت کا ارادہ کیا تو آپ نے جواب میں جو کچھ انہیں فرمایا وہ شیعہ حضرات کے امامت کے بارہ میں ان دونوں عقیدوں کی نفی کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا

"مجھے میرے حال پر چھوڑ دو اور خلافت کے لئے کسی اور کو تلاش کرو۔۔۔۔۔ اگر میں تمہاری دعوت بیعت قبول کر لیتا ہوں تو جن باتوں کو میں بہتر سمجھتا ہوں ان پر تم سے عمل کراؤں گا اور پھر کسی کہنے والے کی بات اور ناراض ہونے والے کی ناراضگی کی پروا نہیں کروں گا۔ اور اگر تم نے مجھے چھوڑ دیا تو میں تمہارے ہی جیسا ایک آدمی ہوں گا اور جسے تم امیر بنالو گے شاید تم سے زیادہ اس کی بات سنوں گا۔ اور ساتھ دوں گا۔ میں امیر بننے سے زیادہ وزیر بن کر تمہارے لئے بہتر ہوں گا۔
(نہج البلاغتہ ص 178۔179، بیروت)

اس کے علاوہ سیدنا علی کی حیات طیبہ کا ایک ایک واقعہ اور آپ کی زبان کا ایک ایک لفظ اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ آپ نہ ہی امام کے لئے معصوم ہونا مانتے تھے اور نہ ہی اسے اللہ تعالیٰ کی جانب سے مقرر شدہ سمجھتے تھے بلکہ آپ کا عقیدہ بھی وہی تھا جو امت کے دوسرے افراد کا تھا۔

پھر لطف کی بات یہ ہے کہ ائمہ کے زمانہ میں جو شیعہ حضرات موجود تھے اور ائمہ کی تابعداری کرنے والے جو حضرات موجود تھے، ان کا اعتقاد بھی یہ نہ تھا جو آج کل کے شیعہ حضرات کا ہے کہ ائمہ معصوم اور منصوص من اللہ تھے۔ چنانچہ شیعہ حضرات کے خاتم المحدثین ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے

"جمع از راویان کہ در اعصار ائمہ بودہ انداز شیعان اعتقاد بعصمت ایشاں نداشتہ اندر بلکہ ایشان را علمائے نیکوکاری دانستہ اند۔ چنانچہ از رجال کشی ظاہری می شود و مع ذالک ائمہ حکم بایمان بلکہ عدالت ایشاں می کردہ اند۔

شیعہ راویان حدیث جو ائمہ کے زمانوں میں موجود تھے، ان کا اعتقاد ہرگز یہ نہ تھا کہ امام معصوم ہیں بلکہ وہ انہیں صرف نیک عالم سمجھتے تھے چنانچہ کشی کی کتاب رجال سے یہ بات معلوم ہوتی ہے اور اس کے باوجود ائمہ کرام نہ صرف انہیں مومن قرار دیتے تھے بلکہ ان کی عدالت کا بھی پورا پورا اعتراف کرتے تھے۔
(حق الیقین صفحہ 328)

(بقیہ ۳۷ پر)

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ

"تفسیر اور مفسر"

چند قابل اصلاح باتیں

گزشتہ شمارہ میں "تفسیر اور مفسر" کے عنوان سے پروفیسر ڈاکٹر محمد امین صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا۔ جس میں شامل بعض باتوں سے اتفاق ممکن نہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ اہل علم ہمارے رسالہ کو ناقدانہ نظر سے پڑھتے ہیں، ہمارے نہایت ہی محترم بزرگ اور متبحر عالم دین حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ نے ڈاکٹر صاحب کی بعض قابل اعتراض باتوں کی اصلاح فرمائی ہے جو ہدیہ قارئین ہے ہم حضرت قاضی صاحب کے ممنون ہیں جنہوں نے توجہ فرما کر ہماری اور قارئین کی اصلاح فرمائی جزاک اللہ (ادارہ)

ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان جون 1991ء صفحہ 29 میں ایک پروفیسر صاحب کا مضمون "تفسیر اور مفسر" کے عنوان سے شائع ہوا جس میں کچھ ایسی باتیں ہیں جو قابل اصلاح ہیں جیسا کہ

الف۔ زمانہ عنبر شمامہ میں تفسیر کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔" یہ قابل غور ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود قرآن عزیز کی تفسیر فرمائی بلکہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی درخواست پر سورہ فاتحہ کا فارسی زبان میں ترجمہ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ اسی طرح

ب۔ مفسرین صحابہ کرام کی تعداد دس نہیں بلکہ اس سے زیادہ ہے۔ پہلی اور دوسری صدی ہجری میں مفسرین قرآن عزیز کی تعداد (34) بتائی گئی ہے۔ اسی طرح پہلی تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ہے۔ اور جلیل القدر تابعی حضرت مجاھد (م102ھ) نے بھی باقاعدہ تفسیر قرآن کریم مرتب فرمائی۔

ج۔ سب سے زیادہ قابل اصلاح مقالہ نگار کا یہ تجزیہ کہ:۔

بالعموم تفسیر کے دو طریقے بیان کئے جاتے ہیں۔ تفسیر بالروایت اور تفسیر بالرائے ہے۔ اسلئے کہ تفسیر بالرائے تو متعارف اور متبادر معنی میں حرام ہے۔ بلکہ حسب ارشاد

من نزل القرآن علی قلبہ صلی اللہ علیہ وسلم

"۔ من فسرالقرآن برایہ فلیتبوء مقعدہ من النار۔"

قابل قبول نہیں بلکہ خطرناک ہے۔ البتہ تجزیہ یوں کیا جاسکتا ہے۔ کہ تفسیر کی دو قسمیں ہیں ایک تو تفسیر بالماثور اور ایک تفسیر بالدرایۃ یا بالتاویل۔ اسی طرح

د۔ تفسیر طنطاوی ایک خاص موضوع کے لحاظ سے مفید ہے مگر اسے تفسیر القرآن نہیں کہا جاسکتا۔ بلکہ اسطرح کی تتبع اور تشریح سے قرآن عزیز نے منع کرتے ہوئے فرمایا؛

ویسئلونک عن الاھلتہ قل ھی مواقیت للناس والحج (الائیہ)

ھ۔ اسی طرح علامہ عنایت اللہ المشرقی کی مرتبہ کتاب تذکرہ کو تفسیر نہیں کہا جاسکتا۔ بلکہ اس کے کافی مقامات اسلامی تعلیمات سے ٹکراتے ہیں۔ علامہ عنایت اللہ المشرقی کو عربی زبان پر کافی عبور تھا۔ مگر قرآن فہمی کے لئے صرف عربی زبان کا جاننا کافی نہیں۔ مفسر القرآن کے لئے کئی علوم کے علاوہ تزکیہ باطن بھی ضروری ہے۔ لایمسہ الاالمطھرون میں اس کو بیان فرمایا اسلئے کہ قرآن سمعی بصری کتاب نہیں بلکہ اس کا نزول تو قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا ہے۔ فانہ نزلہ علی قلبک (سورہ بقرہ و سورہ الشعراء) یہی حال ابوالاعلی مودودی صاحب کی مرتبہ

(بقیہ ۳۲ پر)

پانی پت کی چوتھی جنگ ناگزیر ہے

پھیپھڑوں کی بیماری اور بے پناہ کام نے قائداعظم کو تھکا دیا تھا۔ آپ ستمبر، ۱۹۴۷ء میں دو ہفتے کے لئے سرینگر میں آرام کرنا چاہتے تھے، اس سلسلہ میں انتظامات کے لئے اپنے ملٹری سیکرٹری کرنل ولیم برائین کو آپ نے ۲۴ اگست کو کشمیر بھیجا۔ کشمیر کی ۵، فیصد آبادی مسلمان تھی اور کسی کے تصور میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ یہ ریاست پاکستان سے الگ ہو سکے گی۔ پانچ دن کے بعد قائد کا سیکرٹری کشمیر کے مہاراجہ ہری سنگھ کی طرف سے پیغام لایا کہ ہم مسٹر جناح کو اپنی ریاست میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ قائداعظم حیران رہ گئے، ہندو مہاراجہ کے عزائم کھل کر سامنے آگئے۔ تاہم حکومت پاکستان نے اپنا ایک مخبر سری نگر بھیجا کہ وہ ریاست کے صحیح حالات اور مہاراجہ کے عزائم کے متعلق تفصیلی رپورٹ پیش کرے۔ مخبر نے رپورٹ دی کہ "مہاراجہ کسی صورت بھی اپنی ریاست کا پاکستان کے ساتھ الحاق نہیں چاہتا"۔

دو ماہ بعد پاکستان نے رضاکار بھیجے۔ ۲۲ اکتوبر، ۱۹۴۷ء کو مجاہدین آزادی نے ماہورا کا پاور اسٹیشن ڈائنامائٹ سے اڑا دیا۔ پاکستان کی سرحد سے لے کر لداخ اور چین کی سرحد تک پورا علاقہ اندھیرے میں ڈوب گیا۔ اس وقت ہری سنگھ کے محل میں جشن منایا جا رہا تھا۔ پلک جھپکتے سینکڑوں قمقمے بجھ گئے اور ہری سنگھ کے محل میں ویسا ہی اندھیرا چھا گیا جیسا اس کے قلب کی گہرائیوں میں تھا۔

۲۲ اکتوبر، ۱۹۴۷ء کو ایک ۲۲ سالہ نوجوان حیات خان کی قیادت میں مجاہدین آزادی نے دریائے جہلم کا پل پار کیا۔ کشمیر میں داخل ہو کر یہ لوگ آگے بڑھتے گئے۔ مظفرآباد پر قبضہ ہو گیا دکھ کی بات یہ ہے کہ سرینگر کی جانب بڑھنے سے پہلے آزاد قبائل کے رضاکار مظفرآباد کے بازار لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔ حیات خان اور دوسرے قائدین نے بڑی کوشش کی کہ سرینگر کی جانب پیش قدمی جاری رکھی جائے۔ لیکن وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ سرینگر ابھی دور تھا۔ لیکن اتنی دور بھی نہیں کہ وہاں پہنچا نہ جا سکے۔ قبائل، بارہ مولا تک پہنچ کر اپنی مرضی سے تتر بتر ہو گئے۔

نئی دہلی میں اس حملہ کی خبر کوہالہ برج پار کرنے کے ۴۸ گھنٹے بعد پہنچی۔ یہ خبر پاکستانی افواج کے انگریز کمانڈر میجر جنرل ڈگلس گریسی نے اپنے راولپنڈی کے ذاتی فون نمبر ۱۷۰۲ سے بھارتی افواج کے انگریز کمانڈر لیفٹیننٹ جنرل سر راب لوکہارٹ کو دہلی میں اس کے ذاتی فون نمبر ۲۰۱۷ پر پہنچائی۔ میجر جنرل گریسی ہمارا ملازم تھا۔ اس کا فرض تھا کہ مملکت پاکستان کا یہ فوجی راز ظاہر نہ کرتا، لیکن انگریز کی روایتی مسلم دشمنی اسے اپنی پیشہ ورانہ دیانتداری پر آمادہ نہ کر سکی۔ اس کے برعکس لوکہارٹ اپنے ہندو آقاؤں کا ضمنی وفادار نکلا۔ اس نے بلاتامل یہ خبر بھارتی گورنر جنرل لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور فیلڈ مارشل آکنلک تک پہنچا دی۔ (بحوالہ فریڈم ایٹ مڈ نائٹ، ص ۳۵۰ تا ۳۵۱)

پروفیسر کریم بخش نظامانی

ماؤنٹ بیٹن کو یہ خبر اس وقت ملی، جب وہ تھائی لینڈ کے وزیر خارجہ کے اعزاز میں دی گئی سرکاری ضیافت میں شرکت کی تیاری کر رہے تھے۔ ضیافت کے اختتام پر انہوں نے جواہر لعل نہرو کو روک لیا اور تنہائی میں ان کو بتایا کہ کشمیر پر حملہ ہوا ہے۔ نہرو کے اوسان خطا ہو گئے۔ وہ اپنے جذبات پر کنٹرول نہ کر سکا اور ماؤنٹ بیٹن سے کہا "کشمیر کا نقش میرے دل پر اس طرح ثبت ہے جس طرح تمہاری رانی میری کے دل پر کیلاس (CALAIS) ثبت تھا"۔ نہرو نے اصرار کیا کہ بھارتی افواج فوراً کشمیر بھیج دی جائیں۔

فیلڈ مارشل آکنلک نے ماؤنٹ بیٹن پر زور دیا کہ برطانوی فوجیوں کی ایک بریگیڈ فی الفور ہوائی جہازوں سے سرینگر پہنچا دی جائے۔ ماؤنٹ بیٹن نہیں مانے۔ وہ انگریز سپاہیوں کو اس کشمکش میں ملوث کرنا نہیں چاہتے تھے۔

خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ماؤنٹ بیٹن کی نیت کیا تھی، لیکن

ان کے سوانح نگار یہ تاثر دیتے ہیں کہ آکنلک اور نہرو کے ردِ عمل سے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو یقین ہو گیا کہ فوجی مداخلت ناگزیر ہے، لہٰذا انہوں نے مجبور ہو کر بھارتی کابینہ کی دفاعی کمیٹی کا اجلاس بلایا۔ کمیٹی کے سامنے کشمیر کے راجہ کی "امداد کی اپیل" تھی۔ فیصلہ ہوا کہ کشمیر میں بھارت کی فوجی مداخلت کا "قانونی اور اخلاقی جواز" پیدا کرنے کے لئے ایک سہ رکنی وفد سرینگر بھیجا جائے۔ وفد کے ذمہ یہ کام تھا کہ مہاراجہ سے "بھارت سے کشمیر کے الحاق کی دستاویز" پر انگوٹھا لگوا لائے۔ ۲۵ (یا ۲۶) اکتوبر کی شام کو، رائل انڈین آرمی کا ایک ڈی سی ۳ طیارہ وی۔ پی مینن، کرنل مانک شا اور ہوائی فوج کے ایک افسر پر مشتمل اس وفد کو لیکر سرینگر کے ہوائی اڈے پر پہنچا۔ مہاراجہ نے الحاق کی دستاویز پر دستخط کر دیئے۔ ماؤنٹ بیٹن کے سوانح نگار ہمیں بتاتے ہیں کہ انھوں نے نہرو کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ یہ الحاق عارضی ہو گا اور کشمیر کو اس وقت تک بھارت کا "اٹوٹ انگ" نہیں سمجھا جائے گا، جب تک وہاں کے عوام اپنا حق رائے دہی استعمال کرتے ہوئے ریاست کشمیر کی بھارت میں شمولیت کا فیصلہ نہیں کر تے۔ وی۔ پی مینن کے وفد کی سرینگر روانگی کے فوراً بعد ماؤنٹ بیٹن نے بھارت کے تمام سول ہوائی جہازوں کو حکم دیا کہ وہ جہاں کہیں ہیں، مسافروں کو چھوڑ کر فی الفور دہلی آجائیں۔ بعد میں ان جہازوں کے ذریعے بھارتی فوج کے دستے سرینگر پہنچائے گئے۔

بھارت، الحاق کو عارضی سمجھتا تھا؟ کیا کشمیر میں "امن" قائم ہونے کے بعد وہ رائے شماری کے معاملہ میں مخلص تھا؟ ہرگز نہیں۔ ایک چھوٹا سا واقعہ بھارت کی بد نیتی کا غماز ہے۔ وی پی مینن نے مہاراجہ سے الحاق کی دستاویز پر انگوٹھا لگوانے کے بعد ۲۶ اکتوبر کی رات کو اپنی دہلی کی رہائش گاہ پر برطانیہ کے ڈپٹی ہائی کمشنر الیگزینڈر سائمن کو شراب نوشی کی دعوت دی۔ شراب کا جام اٹھاتے ہوئے مینن نے کاغذ کا ایک ٹکڑا نکالا اور برطانوی ڈپٹی ہائی کمشنر سے کہا۔ "یہ دیکھو: کشمیر ہمیں مل گیا۔ اس حرامی (مہاراجہ) نے بالآخر الحاق کی دستاویز پر دستخط کر دئیے۔ اب جبکہ یہ (کشمیر) ہمیں مل گیا ہم اسے کبھی اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دیں گے" (بحوالہ فریڈم ایٹ مڈ نائیٹ، ص ۲۵۶)۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہندو کو انگریز پر اتنا اعتماد تھا کہ اس کے ایک ذمہ دار اعلیٰ افسر نے تاجِ برطانیہ کے نمائندے پر بلا جھجک اپنا قومی راز ظاہر کر دیا۔ جبکہ ہمارے ایک ملازم (جنرل گریسی) نے اپنے ذاتی ذرائع سے ہمارا ایک راز معلوم کیا اور فوراً دہلی پہنچا دیا۔ کیا مسلمان ملّت قرآن کے اس فرمان کو دائمی طور پر اپنی رہنما اصول نہیں بنائے گی۔ "اے ایمان والو! مشرکین اور نصاریٰ کو اپنا دوست مت بناؤ"؟

پیر، ۲۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء کی صبح تک نو (۹) ڈی سی ۳ طیارے سکھ رجمنٹ کے ۳۲۹ فوجی اور آٹھ ٹن گولہ بارود سرینگر کے ہوائی اڈے تک پہنچا چکے تھے۔ سکھ فوجیوں نے اسی دن سرینگر ہوائی اڈے پر قبضہ کر کے اس کا انتظام سنبھال لیا اور ہمارے قبائلی رضاکار بارہ مولا میں لوٹ مار کرتے رہے۔ بعد میں بھارت نے زمینی راستے سے ایک لاکھ فوج کشمیر پہنچا دی۔

گورداسپور

سر ریڈکلف کی انتہائی بد دیانتی سے مسلم اکثریت کا ضلع گورداسپور اگر بھارت کے سپرد نہ کیا جاتا تو بھارت کا کشمیر سے کوئی زمینی رابطہ نہ ہوتا اور مسئلہ کشمیر پیدا ہی نہ ہوتا۔ اگر کشمیر کا مہاراجہ ہندوستان سے الحاق کر بھی لیتا تو بھی دہلی کے حکمران اس کی مدد کو نہ پہنچ پاتے۔

ریڈکلف کا کئی موضوعات پر علم بہت وسیع تھا لیکن ہندوستان کے متعلق وہ کچھ نہیں جانتا تھا۔

"Radicliffe knew virtually nothing about India. He had never written about it nor become involved in any of its complex legal problems. Indeed, radicliffe had never even set foot on the subcontinent." (Freedom At Midnight, P. 179)

ہندوستان کے متعلق کچھ جاننا تو درکنار، ریڈکلف نے تو ۱۹۴۷ء سے پہلے برصغیر کی سرزمین پر کبھی قدم بھی نہیں رکھا تھا۔ اس معروف بیرسٹر کو باؤنڈری کمیشن کا چیئرمین بنا کر مسٹر ایٹلی کی لیبر گورنمنٹ نے اچھی سوجھ بوجھ اور دیانتداری کا ثبوت نہیں دیا۔

پنڈت جواہر لعل نہرو نے باؤنڈری کمیشن کے اختیارات کے متعلق بہت سادہ سی شرائط منوالیں۔ میں "منوالیں" پر زور دیتا ہوں۔ ان شرائط میں اہم بات یہ تھی کہ مسلم اکثریت والے ایک دوسرے سے متصل علاقے پاکستان میں شامل کئے جائیں گے اور ہندو اکثریت والے ایسے علاقے بھارت کے پاس جائیں گے۔ باؤنڈری کمیشن پر یہ بھی لازم تھا کہ "متصل اکثریتی علاقے" کی شرط کے علاوہ "دوسری چیزوں" کا بھی

"Take Account of other factors" خیال رکھا جائے - یہ بہت ہی مبہم الفاظ ہیں - ہندوؤں نے یہ شرط اس لئے منوالی تھی کہ "مسلم اکثریت والے وہ علاقے" جو مسلمانوں کو ملنے تھے، ان کو کسی نہ کسی بہانے سے ہتھیا لیا جائے - ان "دوسری چیزوں" میں جائداد بھی شامل تھی - یعنی پنجاب اور بنگال کی تقسیم کرتے وقت آبادی کی اکثریت کے ساتھ ساتھ یہ بھی خیال رکھا جائے کہ زیر بحث علاقے میں کس قوم کے افراد کی جائداد زیادہ ہے - ان دونوں شرائط کو مدنظر رکھا جائے تو بھی گورداسپور پر کسی بھی صورت میں ہندوؤں کا حق نہیں بنتا تھا - البتہ مسلمان کلکتہ شہر پر اپنا حق جتا سکتے تھے - اور مسلم لیگ کو اسی توقع بھی تھی -

"The Muslim League hoping that wide terms of reference in Bengal would improve their chances of securing Calcutta..." (Mission with Mountbatten, Diary of 27th June, 1947 - By Alan Campbell - Johnson)

لیکن یہ آرزو خاک میں مل گئی - خود گاندھی جی کو بھی خدشہ تھا کہ کلکتہ کے چلے جانے سے مسلمان مشتعل ہو کر سڑکوں پر نکل آئیں گے - اس لئے ہندوؤں کا یہ "چالاک، ضدی، متضاد باتیں کرنے والا اور ہر قسم کے تقدس سے تہی دامن" (گاندھی کے متعلق یہ الفاظ لارڈ ویول نے کہے تھے - تفصیل کے لئے میرا پمفلٹ LET - HISTORY - SPEAK دیکھئے) لیڈر ۱۵ اگست کو دہلی کا جشنِ آزادی چھوڑ کر کلکتہ جا بیٹھا اور "قیامِ امن" کے بہانے حسین شہید سہروردی کے ساتھ رہنے لگا - گاندھی اپنے ناپاک مقصد میں کامیاب ہو گیا -

ادھر گورداسپور پر ان شرائط کی رو سے بھی مسلمانوں کا حق تھا، لیکن ملت اسلامیہ کے ازلی دشمن انگریز نے یہ علاقہ سونے کی طشتری میں رکھ کر ہندوؤں کو دے دیا - نتیجتاً مسلمانوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ دیا گیا - گورداسپور مغربی پنجاب کے مسلم اکثریت والے علاقے سے متصل تھا اور وہاں ہماری بھی زرعی زمین کی صورت میں جائدادیں تھی - آپ کہتے ہیں کہ کشمیر میں رائے شماری کروائی جائے، لیکن میں کہتا ہوں کہ بھارت وہاں سے اپنی فوجیں ہٹا لے - اور نہ صرف مقبوضہ کشمیر، بلکہ گورداسپور بھی ہمارے حوالے کر دے - بھارت اگر ایسا نہیں کرتا تو ہم اس سے پوچھتے ہیں کہ تم نے جوناگڑھ اور حیدرآباد دکن پر کس اخلاقی جواز اور سیاسی منطق کی بنیاد پر قبضہ کیا تھا؟ جس منطق کی بنیاد پر جوناگڑھ اور حیدرآباد تمہارے ہیں، اسی

حکومت پاکستان کے انگریز ملازمین کشمیر کے متعلق اہم معلومات فوری طور پر بھارت پہنچاتے رہے

بنیادوں پر کشمیر اور گورداسپور ہمارے ہیں -

ریڈکلف نے بنگال اور پنجاب کی حد بندی کا کام ۱۲ اگست ۱۹۴۷ء سے پہلے مکمل کر لیا تھا، لیکن وائسرائے نے اس کا اعلان ۱۶ اگست ۱۹۴۷ء کو دہلی میں اس وقت کیا جب پاکستان اور بھارت دو آزاد ریاستوں کی حیثیت سے وجود میں آ چکے تھے - ماؤنٹ بیٹن ۱۴ اگست کو ہماری یوم آزادی میں شرکت کرنے کے لئے کراچی آئے ہوئے تھے - واپسی پر قائداعظم کی منت سماجت کر کے لیاقت علی خان کو اپنے ساتھ دہلی لے گئے اور وہیں ۱۶ اگست کو انہیں حد بندی کمیشن کے فیصلے کی کاپی تھمادی گئی - لیاقت علی خان کو گورداسپور جانے کا بہت دکھ ہوا - قائداعظم نے اس فیصلہ کو "غیر منصفانہ، ناقابل فہم اور انصاف و شہادت کے منافی" قرار دیا - پاکستان کی طرف سے یہ بھی الزام لگایا گیا کہ حد بندی کمیشن کا فیصلہ اشاعت سے پہلے وائسرائے کے دفتر میں "تبدیل" کیا گیا ہے - ثبوت کے طور پر وائسرائے کے دفتر سے متعلق افسروں کا ایک خط بھی پیش کیا۔ یہ خط ایبل (ABELL) نے ۸ اگست کو جینکنس (JENKINS) کو لکھا تھا - اس میں کہا گیا تھا کہ باؤنڈری کمیشن کا فیصلہ ۱۱ اگست کو کیا جائے گا اور یہ کہ تحصیل فیروزپور اور زیرا (ZIRA) پاکستان کو مل رہے ہیں - الطاف حسین (ایڈیٹر ڈان) اور علامہ مشرقی نے واضح طور پر الزام لگایا کہ ٹاٹا اور برلا نے تجوریوں کے منہ کھول کر وائسرائے کے دفتر والوں اور ریڈکلف کی جیبیں بھری ہیں، لیکن اب "پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت" - کہا جاتا ہے کہ انگریز انصاف پسند اور دیانتدار اور قانون کا پابند ہے - جی ہاں! بالکل ہے لیکن اپنے ملک کے اندر --- ملک سے باہر نہیں -

میں نے اوپر عرض کیا ہے کہ آزاد قبائل معمولی سی لوٹ مار کرنے کے بعد بارہ مولا سے واپس چلے گئے۔ ان کے واپس جانے کے بعد مقبوضہ کشمیر میں ان کے خلاف پروپیگنڈے کا طوفان کھڑا کیا گیا۔ اس کی مختصر داستان محمد یوسف صراف سے سنیئے

"آزاد قبائل کے لوگوں کے واپس چلے جانے کے بعد پاکستان کے حامیوں پر بے پناہ مظالم توڑے گئے۔ نام نہاد کلچرل فرنٹ نے صادق کی نگرانی میں ڈراموں، پمفلٹوں اور نظموں کے ذریعے پاکستان کے خلاف زہریلی مہم شروع کر دی ہے، جس میں نہایت بھونڈے طریقے سے غلط بیانی سے کام لیکر "قبائل کے مظالم" کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا۔ (ان لوگوں نے) رنگ بدل دیا۔ نیشنل کانفرنس کے کارکنوں اور سماج دشمن عناصر پر مشتمل ایک نام نہاد "امن بریگیڈ" قائم کیا گیا یہ دراصل غنڈوں کا ایک ٹولہ تھا جسے حکومت کی طرف سے سب کچھ کرنے کی اجازت تھی۔ جس کسی کے متعلق ذرا سا بھی شبہ ہوتا تھا کہ اس کی ہمدردیاں پاکستان کے ساتھ یا آزادیٔ کشمیر کے ساتھ ہیں، اسے وارنٹ دکھائے بغیر گرفتار کر لیا جاتا اور بے پناہ اذیتیں دی جاتیں ---- صرف سرینگر شہر میں تین ہزار بے گناہ افراد کو جیل میں ٹھونس دیا گیا ------"

(Kashmiris Fight for Freedom, P 1189)

مظالم کے اس ماحول میں اکتوبر ۱۹۴۸ء کو سرینگر میں نیشنل کانفرنس کا سالانہ اجتماع منعقد کیا گیا، جس میں ہندوستان بھر سے آئے ہوئے کانگرسی کارکنوں اور لیڈروں کے علاوہ سوشلسٹوں اور کمیونسٹوں کی ایک بڑی تعداد شریک ہوئی۔ پنڈت نہرو نے بھی اس اجتماع کو "رونق بخشی" ۔ اس موقع پر پنڈت نہرو نے اس بات کا اعادہ کیا کہ

"ہندوستان کی فوجیں ریاست (کشمیر) میں اس لئے داخل ہوئی ہیں کہ اس کو "حملہ آوروں" سے پاک کیا جائے۔ ہندوستان کی بنیادی پالیسی یہ ہے کہ ریاست کے لوگوں کو غیر جانبدارانہ رائے شماری کے ذریعے اپنی قسمت کا فیصلہ آپ کرنے دیا جائے --- کہ وہ پاکستان میں شامل ہونا چاہتے ہیں یا ہندوستان میں"

پنڈت نہرو کے اس وعدہ کو ۴۲ سال ہو گئے۔ اب ہم سے کہا جا رہا ہے کہ "کشمیر بھارت کا اٹوٹ انگ ہے" ۔ دودھ کا جلا چھاچھ بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے۔ جناب! اب تو ہمیں آپ کے رائے شماری کے وعدہ پر بھی بھروسا نہیں۔ آپ کے لئے صرف ایک راستہ ہے۔ بوریا بستر باندھئے اور واپس دلی جایئے ہمیں یہ بھی دھمکیاں دی جا رہی ہیں کہ موجودہ کنٹرول لائن کو مستقل سرحد تسلیم کر لو، ورنہ بھارت کے نو کروڑ مسلمانوں کا وجود خطرہ میں ہے۔ (یاد رہے کہ یہ بات بھارت کے صحافی مسٹر خشونت سنگھ نے ۱۲ جنوری کی شام کو بی بی سی سے نشر ہونے والے ایک انٹرویو میں کی تھی)۔ ہم نہایت نیاز مندی سے عرض کرتے ہیں کہ اگر آپ کے یہی عزائم ہیں۔ تو پانی پت کا میدان موجود ہے، میدان میں نکل کر فیصلہ کئے دیتے ہیں کہ برصغیر ہند و پاک میں کس کو زندہ رہنے کا حق ہے اور کس حیثیت سے زندہ رہنے کا حق ہے۔

کشمیر اور پاکستان کے گیارہ کروڑ مسلمان عزت اور آزادی کے ساتھ زندہ رہنا چاہتے ہیں تو "انقلابی فیصلے" کرنے ہوں گے۔ قوموں کو اپنی تاریخ میں ایسے فیصلے کرنے پڑتے ہیں -- خواہ ان کا دل چاہے یا نہ چاہے۔ آپ فیصلہ کریں۔ خدا سے مدد مانگیں۔ حق آپ کے ساتھ ہے۔ اب بارہ کروڑ مسلمانوں کا ایک ہی نعرہ ہونا چاہیے۔

بر چہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم

بقیہ از ۳۳ ؎

تفسیر تفہیم القرآن کا ہے۔ جس کے اکثر مقامات عقائد اسلامیہ کے خلاف ہیں۔ مودودی صاحب علوم دینیہ سے تہی دامن تھے۔ عربی زبان پر بھی ان کو عبور نہ تھا۔ وہ تو اردوئے مبین کو عربی مبین کے مقابلہ میں لائے۔
پروفیسر صاحب راقم کی مرتبہ کتاب تذکرۃ المفسرین۔ اردو، انگریزی کا اگر مطالعہ فرما سکیں۔ تو کچھ نہ کچھ راہ نمائی ہو جائے گی بعونہ تعالیٰ

بقیہ از ۳۲ ؎

اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ امام کے معصوم اور منصوص من اللہ ہونے کا عقیدہ اسلامی عقیدہ نہیں ہے بلکہ ایک غیر اسلامی عقیدہ ہے۔

خادم حسین

زبان میری ہے بات ان کی

رشوت کھانے والوں کی نوکری نہ بچ سکے گی (وائیں)
اور کار کے رنگ دار شیشوں پر چالان کرنے والے قانون کے صحیح محافظ اے ایس آئی کو جیل میں بند کردیا جائے گا
صدر نے شریعت بل پر دستخط کردیئے (ایک خبر)
اس شریعت بل پر جو ملک کے سیاسی اور معاشی نظام پر اثرانداز نہیں ہوسکے گا۔
جمہوریت کے پاسباں ہیں آخر دم تک اس کی بقا کے لئے لڑیں گے (فاروق لغاری)
ہائی دے وے! جمہوریت تہاڈی ہے بے گدی اے
گدی نشین بابا طالب کے سیف علی کی بھتیجی سے ناجائز تعلقات بھتیجی اسقاط حمل کے دوران جاں بحق (ایک خبر)
"حضرت جی" کو گھر کے اندر تک لے جانے والوں کے لئے عبرت کا مقام!
پاکستانی سالانہ 30 کروڑ روپے کے پان کھا جاتے ہیں (ایک خبر)
"زندگی ایک پاندان ہے پیارے   پان ہے تو جہان ہے پیارے"
سی 130 کی تباہی میں "الذوالفقار" کا ہاتھ تھا (اعجازالحق)
اور "الذوالفقار" کے سرپرستوں کو ملک میں وی آئی پی کا درجہ حاصل ہے۔
قائداعظم قوم پرست تھے کسی مذہب کی حکومت نہیں چاہتے تھے ایوب خان کے دور تک اسمبلی میں تلاوت نہیں ہوتی تھی (بے سالک)
پی پی مسلم لیگ اور مس نوائے وقت جواب دیں
پاکستان میں انتہا پسند بنیاد پرستی کی سیاست نے بھارتی مسلمانوں کو تباہی و بربادی کے حوالے کردیا (ولی خان)
دراصل انتہا پسند بنیاد پرستی سے خان صاحب کو سیکولرازم کی بنیاد ہلتی ہوئی نظر آتی ہے۔
شرابی تھانیدار نے بارات پر فائرنگ کردی (ایک خبر)
اول شر بشر میں ہے پھر شر شراب میں
ممکن نہیں شراب پئیں اور شر نہ ہو!
لکھنے والوں کو شریعت اور اسلام کے نام پر زنجیروں میں جکڑنے کی اجازت نہیں دیں گے (بے نظیر)
اے "اہل قلم" "اہل دوات" کا یہ حال ہے
بیوی نے دو آشناؤں کی مدد سے شوہر کو ہلاک کردیا (ایک خبر)
گھر میں غیروں کا بے باکانہ آنا جانا بیوی کو بے عزت بنادیتا ہے کہ نگاہ شیطان کے زہر میں بجھے ہوئے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔
آصف زرداری جیل میں تمام وقت عبادت کرتے ہیں مونچھیں بھی عبادت کی خاطر صاف کرائیں (ایک خبر)

یہ کون سی عبادت ہے جس کے راستے میں مونچھیں حائل تھیں

سود ختم ہو گیا تو پھر پاکستان کو مالیاتی اداروں سے امداد نہیں ملے گی (صدر حبیب بنک مقبول سومرو)

اور اگر سود جاری رہا تو پاکستان کو اللہ تعالیٰ سے امداد نہیں ملے گی سومرو صاحب!

بس جہیز سے ملا کو تکلیف ہو مجھے خوشی ہوتی ہے بے نظیر کی عزت کرتا ہوں کیونکہ وہ ملاں کی ضد ہیں۔ (حبیب جالب)

لعینا عورت کی عزت کرتے ہو اور خدا رسول کا پیغام سنانے والے سے نفرت آخر

درس دینے سے گریزاں کیوں ہو؟

داڑھی ہے کوئی خار مغیلاں تو نہیں

فیملی پلاننگ کے ذریعے سوا چار لاکھ بچوں کی پیدائش روکی گئی (سرتاج عزیز وزیر خزانہ)

عجب ہے آج کے انسان نے انسان کو انسان کا خالق بنا دیا ہے

اعتزاز احسن خانہ بدوش ہیں (جاوید ہاشمی)

ہر شاعر کھانا بدوش ہوتا ہے

سعودی عرب میں امریکہ اور اسرائیل کے خلاف ایک لاکھ ایرانی حاجیوں حج کا مظاہرہ علی اکبر ولایتی نے بھی شرکت کی (ایک خبر)

امریکہ ایران سے تیل لے گا (دوسری خبر)

پہچانیئے! آدھا سفید اور آدھا کالا چہرہ!

چیئرمین ماؤ کی بیوہ نے خودکشی کر لی؟ (ایک خبر)

سوشلسٹ کمیونٹی کو صدمہ!

"جہیز کیوں نہیں لائی" ساس کے طعنوں نے دلہن کی جان لے لی سسرال والوں نے اس کے زیورات بھی چھین لئے تو اس نے خود کو آگ لگالی (ایک خبر)

خود دلہن تھی تو ساس کے گلے شکوے کرتی تھی خود ساس بنی تو دلہن کی جان لے لی واہ رے عورت!

بے نظیر کی نصر اللہ سے طویل ملاقات (ایک خبر)

کیسے کیسے ایسے ویسے ہو گئے ایسے ویسے کیسے کیسے ہو گئے

105 سالہ زمیندار نے 40 سالہ بیوہ سے چوتھی شادی کر لی اس کے پوتے پوتیوں کی تعداد 35 ہے (ایک خبر)

فیملی پلاننگ والوں کی اوئے اوئے!

پنجاب اسمبلی میں وائیں نے امریکی قونصل جنرل کی جیب کی طرف اشارہ کر کے کہا "کچھ ادھر منتقل ہو جاتا تو بجٹ اور اچھا ہوتا" (ایک خبر)

سوالی کی نظر ہمیشہ دوسرے کی جیب پر ہوتی ہے

بچے باپ کا پوچھتے ہیں تو میں ساتھ والے کمرے میں جا کر رونے لگتی ہوں (بے نظیر)

اور گئے دور کی کئی بیوائیں ایسی ہیں کہ ان کے پاس دوسرا کمرہ بھی نہیں جہاں جا کر وہ رو سکیں

(بقیہ از ۱۵)

یہ ہیں وہ چند مباحث جو کہ خلافت کے مفہوم اور مصداق کے بیان میں ذکر کیے گئے ہیں

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ وصفوۃ بریتہ محمد وآلہ

واصحابہ وازواجہ المطہرات۔ اجمعین الی یوم الدین:

قاضی مظہر چک والی اور سبائی ٹولہ (۲)

حضرت مولانا قاضی محمد شمس الدین گزشتہ ماہ انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون "قاضی مظہر حسین چکوالی اور سبائی ٹولہ" کے عنوان سے ان کے مضمون کی پہلی قسط گزشتہ ماہ شائع ہوئی اور آئندہ تقریباً دو اقساط میں یہ مضمون مکمل ہو جائیگا۔ قاضی مظہر حسین چک والی اور سبائی ٹولے کے احتساب پر مشتمل ان کا سب سے پہلا مضمون ماہنامہ نقیب ختم نبوت جون 1990ء میں شائع ہوا اور پھر یہ سلسلہ تا ایں دم جاری ہے جبکہ قاضی چک والی صاحب بھی اپنے ماہنامے میں تسلسل کے ساتھ جوابا لکھ رہے ہیں یہ علمی معرکہ حضرت قاضی محمد شمس الدین رحمہ اللہ اور قاضی چک والی کے مابین جاری تھا حضرت قاضی شمس الدین رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ہم یہی مناسب سمجھتے ہیں کہ ان کا مضمون جو ہمارے پاس امانت ہے من وعن شائع کر دیا جائے۔ اور اس باب کو یہیں بند کر دیا جائے وہ زندہ رہتے تو بات بڑھاتے مگر ان کے مضمون میں اضافہ کا ہمیں کوئی حق نہیں ہے۔ اس وضاحت سے چک والی فتنہ کے بزرجمہر اور ان کے اعوان و انصار اس غلط فہمی کا شکار نہ ہوں کہ ان کا تعاقب چھوڑ دیا گیا ہے۔ ہم صحابہ کرام پر تنقید کرنے والوں کا محاسبہ و تعاقب جاری رکھیں گے۔ قارئین آگاہ رہیں کہ اس بحث سے متعلق حضرت قاضی محمد شمس الدین رحمہ اللہ کے تمام مضامین یکجا شائع کئے جا رہے ہیں اور اس موضوع پر پانچ سو صفحات پر مشتمل ایک تہلکہ خیز کتاب "سبائی فتنہ" بھی عنقریب شائع ہو رہی ہے ان شاء اللہ (ادارہ)

چونکہ سبائی تو اس خلافِ واقعہ جعلی روایت کے خود موجد تھے ان کو مان لینا ان کے لئے تو کوئی بات ہی نہ تھی ۔ مگر مشہور کہاوت ہے ع نقل را چہ عقل ——— کے مطابق سُن سُنی بھی اس سو فیصد ڈھکوسلے کو سچ سمجھ بیٹھے اور ڈولال بُجھکڑ قسم کے بریلوی علاّموں نے بھی گپ صحیح تسلیم کر لی اور علاّمہ ارشد قادری صاحب بریلوی اور علاّمہ مشتاق احمد نظامی صاحب بریلوی صاحبان نے اپنی کتاب "کربلا کا مُسافر" صہ ۹۸ پر یہی گپ نقل فرما دی اور نہ صرف نقل فرمائی بلکہ بالمقابل غلط شجرۂ نسب بھی چھاپ دیا یعنی ہاشم بن عبد مناف اور امیہ بن عبد مناف جبکہ اُمیہ بن عبشم تو عبد مناف کا پوتا ہوتا ہے۔ ہم نے یہاں صحیح شجرۂ نسب اور اس کے بالمقابل غلط شجرۂ نسب بھی چھاپ دیا یعنی ھاشم بن عبد مناف اور امیہ بن عبد مناف جبکہ امیہ بن عبشم تو عبد مناف کا پوتا ہوتا ہے ہم یہاں صحیح شجرۂ نسب اور اس کے بالمقابل دو بریلوی علماء کا شائع کردہ غلط شجرہ نسب لکھتے ہیں تاکہ ناظرین دونوں شجروں کو آمنے سامنے بالمقابل دیکھیں اور دو بریلوی علاّموں کی "قابلیت" کی داد دیں ۔

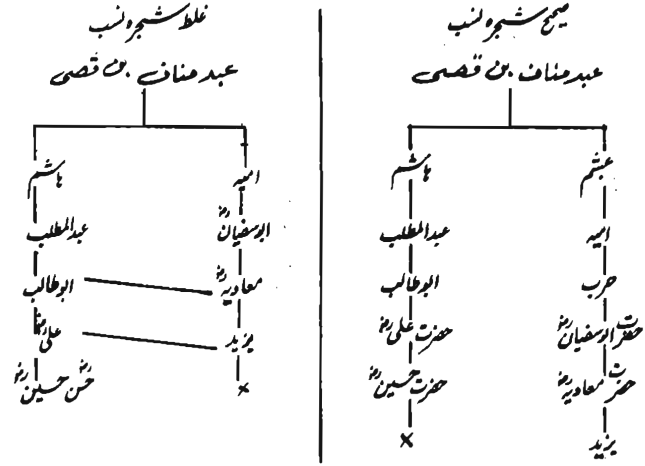

ناظرین اندازہ فرما کر لطف اٹھائیں کہ ڈو بریلوی لال بجھکڑ بدھو کسن مُنّے "ملّاموں" نے شجرہ میں عبشم بن عبدمناف والا امیہ بن عبشم کو بھی چھوڑ دیا اور حرب بن اُمیہ والا ابوسفیان کو بھی چھوڑ دیا اسی طرح ابوطالب ہاشمی کو حضرت معاویہ رضہ عبشمی کے بالمقابل کر دکھایا اور حضرت علی رضہ کو یزید کے بالمقابل کر دکھایا حالانکہ صحیح ترتیب نسب میں ابوطالب ہاشمی حرب بن امیہ عبشمی کے سامنے آتے ہیں۔ اور یزید عبشمی حضرت زین العابدین ہاشمی کے سامنے آتے ہیں اسی طرح یزید بھتیجا اور حضرت حسین رضہ چچا بنتے ہیں اور حضرت معاویہ رضہ بھتیجے اور حضرت علی رضہ چچا بنتے ہیں لیکن ڈو علاموں لال بجھکڑوں نے حضرت معاویہ رضہ کو حضرت علی رضہ کا چچا اور یزید کو حضرت حسین رضہ کا چچا ثابت کر دکھایا سچ کہا کسی نے کہ جہالت بھی عجیب "کرامت" ہے۔ لیکن ناظرین ! یہ ڈو علاموں کی بات نہیں بلکہ ہم سب سُنی ایسے ہی کسن مُنّے ہوتے ہیں۔ اللہ ہم سب پر رحم فرمائے ـــــ (آمین)

قصہ قاضی چکوالی جی کا: پچھلے صفحات میں فقیر نے تفصیل سے اپنے حالات میں لکھا ہے کہ فقیر کو انگریزوں سبائیوں اور مرزائیوں سے سخت نفرت تھی (اور ہے) انگریزوں سے مخالفت کے لئے مخالف انگریز جماعتوں "جمعیۃ العلماء" اور "مجلس احرار" سے والہانہ تعلق رہا اور سبائیوں سے نفرت کی وجہ سے مولانا کرم دین دبیر صاحب مرحوم کی کتاب "آفتاب ہدایت"

جو اپنے مبحث میں ایک جامع کتاب ہے ۔ پڑھی .... بعد میں جناب قاضی صاحب کے کتابچے "سُنّی مذہب حق ہے"، اور "ہم ماتم کیوں نہیں کرتے" ؟ پڑھے پھر کتاب "بشارت الدارین" طبع اوّل پڑھی اس وقت یہ دو کتابیں فتنۂ سبائیت کے رَد میں اچھی کتابیں تھیں ، گو بشارت الدارین میں بعض باتیں بحث طلب بھی تھیں ، اس بنا پر جناب قاضی چکوالی اور ان کے والد مولانا و پیر مرحوم سے والہانہ محبت پیدا ہوگئی ۔ اور انکی دل کھول کر تعریف و امداد کی ، اس کا تفصیلی تذکرہ خود قاضی چکوالی صاحب نے اپنے رسالے "حق چار یارؓ" بابت ماہ جون جولائی ۱۹۹۰ء میں کر دیا ہے جس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دستگیری فرمائی اور دونوں فرقوں کی اصل کتابوں اور انکی تردید کے لئے کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ جمع ہوگیا ۱۹۷۴ء میں بھٹو کے دَور میں جب قومی اسمبلی میں مرزائیوں کے خلاف کیس پیش ہوا اس میں شرط یہ تھی کہ ہر بات کے لئے اصل کتاب سٹریکچلی بختیار کو پیش کی جائے چنانچہ اس اہم موقعہ پر اللہ کے فضل سے فقیر نے تقریباً تمام مرزائی تصنیفات کی اصل کتابیں قومی اسمبلی میں پہنچائیں ۔

ایک انتہائی نایاب کتاب "کلمۂ فضلِ رحمانی" جو مرزا غلام قادیانی کی زندگی میں ۱۸۹۶ء میں چھپی تھی ۔ ــــــــــــــــــ پاکستان بھر میں بالکل نایاب تھی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان نے روزنامہ جنگ میں اور دوسرے رسالوں میں اس کتاب کے لئے اشتہار چھپوائے لیکن ان کو پورے پاکستان سے ایک ادھورا نسخہ ملا جس سے کام نہ چل سکا ۔ فقیر نے ملتان اطلاع بھجوائی اور شرط یہ لگا دی کہ ــــــــــــــ مجلس کا مبلغ خود درویش آیا تو فقیر وہ کتاب چھپوانے کے لئے اسکے حوالے کر دے گا چنانچہ ملتان سے ایک مبلغ غریب خانہ پر درویش گاؤں گئے اور رسید دے کر وہ کتاب ملتان لے گئے پھر فوٹو آفسٹ سے وہ کتاب بالکل اسی شکل میں دوبارہ چھپی اور فقیر کو دو نسخے مطبوعہ بھی مجلس نے بھیجے تو فقیر نے پھر لکھا کہ فقیر نے اصل کتاب مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان کے کتب خانہ ــــــــــــــ کے لئے وقف کر دی ہے ۔ یہ کتاب پہلی بار ۱۸۹۶ء میں چھپی تھی اس طرح تقریباً ایک سو سال کے بعد وہ صحیح اور سالم نایاب نسخہ ملتان پہنچا ۔ پہنچا جو نوادرات میں سے ہے مجلس کے مبلغ ملتان سے کتابیں دیکھنے کے لئے غریب خانہ پر درویش تشریف لائے کتابیں دیکھیں تو بے حد خوش بھی ہوئے اور حیران بھی کہ اتنے دُور افتادہ گاؤں اور پس ماندہ علاقہ میں اتنا ذخیرہ آپ نے جمع کر رکھا ہے ۔ بعض ایسی کتابیں جو

جوان کے ہاں بھی نہ تھیں اور فقیر کے ہاں دو نسخے تھے فقیر نے ان میں سے نسبتاً بہتر ایک ایک نسخہ مجلس کے کتب خانہ کے لئے پیش کر دیا۔ ایک کتاب ایسی تھی جو مدارس میں بہت پہلے چھپی تھی وہ بھی ان کے ہاں نہ تھی۔ مبلغ موصوف نے اس کو حسرت اور رغبت سے دیکھا تو فقیر سمجھ گیا اور عرض کیا کہ یہ کتاب بھی آپ ملتان لے جائیں۔ اصل کتاب تو آپ مرکزی کتب خانہ کے لئے رکھ لیں اور اسکی عکسی نقل کرا کے جلد فقیر کو واپس بھیج دیں۔ اس پر بھی وہ بہت خوش ہوئے اور کتاب ملتان لے گئے پھر عکسی کتاب مجلد بھجوا دی —— یہی حال سبائی کتب کا ہے اللہ تعالیٰ نے سبائیوں کی امہات الکتب تک فقیر کو رسائی بخشی جس کے لئے فقیر اللہ کا بے حد شکر گزار ہے۔ فللہ الحمد و الشکر و المنۃ کتابوں کے سلسلے میں یہ تھوڑی سی تفصیل تحریناً للضمنۃ لکھی ہے۔

بحمد اللہ ایا یا سمعہٗ مقصود منہی وما ابریٔ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء فللہ الحمد و الشکر و الثناء المحسن ——

قاضی مظہر صاحب کے ساتھ نزاع کی حقیقت:

جب اسلام کی بدقسمتی سے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان تنازعات پیدا ہوئے تو صحابہؓ کے تین گروہ ہو گئے ایک گروہ مکمل غیر جانبدار ہو گیا اس کے سربراہ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت سعیدؓ بن زید اور دوسرے بے شمار اکابر صحابہؓ تھے۔ دوسرے گروہ میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت زبیرؓ بن عوام اور حضرت طلحہؓ تھے پہلے گروہ کے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص تھا اور سعید بن زید عشرہ مبشرہ سے تھے اور دوسرے گروہ کے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر بھی عشرہ مبشرہ میں سے تھے تیسرا گروہ امیر المومنین خلیفہ راشد چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کا تھا اس گروہ کے سربراہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی عشرہ مبشرہ میں سے تھے عشرہ مبشرہ کے باقی پانچ صحابہؓ ان جھگڑوں سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے یعنی خلفائے ثلاثہ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم اسی طرح دوسرا گروہ اپنے آپ کو صحیح حق پر سمجھتا تھا۔ اور تیسرے گروہ کو مخطی اور باغی سمجھتا تھا اور تیسرا گروہ دوسرے گروہ کو مخطی اور باغی سمجھتا تھا اور اپنے آپ کو صحیح حق پر سمجھتا تھا۔ اور پہلا غیر جانبدار گروہ دونوں گروہوں کے معاملے میں توقف کا قائل تھا اور دونوں کے متعلق خاموش تھا بلکہ اپنی خلافت کے آخری دور میں خلیفہ راشد چہارم امیر المومنین

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے جب مشاجرات کے نقصان وہ ہولناک نتائج اور المناک عواقب آگئے تو خود امیر المؤمنین حضرت علیؓ غیر جانبدار صحابہؓ کے گروہ اور حضرت امیر معاویہؓ کے کردار کو صحیح سمجھنے لگے تھے۔ امام ابن تیمیہؒ نے حضرت علیؓ کی زبانی ان کے آخری دور کے نظریات نظم و نثر دونوں میں آٹھ سطروں میں مفصل بیان فرمائے ہیں جنکی تائید ابن کثیرؒ نے بھی کی ہے۔ امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں (عربی عبارت منہاج السنۃ صفحہ ۱۸۱ پر دیکھیں)۔ اور حضرت علیؓ بن ابی طالب اپنے اُن بہت سے کاموں پر جو آپ سے سرزد ہوگئے تھے نادم اور پشیماں ہوگئے تھے (یعنی جمل اور صفین) کا قتل و قتال اور فرمایا کرتے تھے آگے منظوم شعر بیتہ لکھتا ہے نہ

لَقَدْ عَجِزْتُ عَجْزَةً لَا اَعْتَذِرُ
سَوْفَ اَكِيْسُ بَعْدَهَا وَ اَسْتَمِرُّ

میں ایسا عاجز اور بے بس ہوگیا تھا کہ میرے پاس اپنی اس بے بسی کے لئے کوئی عذر نہیں ہے۔ اور آئندہ میں بہت ہوشیاری سے چوکنا ہو کر رہوں گا اور متفرق اور منتشر آراء کو جمع کرکے رکھوں

وَاَجْمَعُ الرَّأْيَ الشَّتِيْتَ الْمُنْتَشِرْ

گا (یعنی ایک رائے پر مضبوط رہونگا) اور صفین کے زمانے میں فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سعد بن مالک (ابی وقاص) اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے (غیر جانبداری والا) کیا اچھا مؤقف اختیار کروایا تھا جس پر وہ ثابت قدم رہے تھے ان کا یہ مؤقف اگر اچھا ہے تو اس مؤقف کا اجر بہت ہی بڑا ہے۔ اور اگر یہ مؤقف غلط ہے (یعنی گناہ ہے) تو بھی اسکی بُرائی بہت ہی ہلکی ہے۔ اور پھر آپ حضرت حسنؓ کو مخاطب کرکے کہا کرتے تھے کہ یا حسنؓ، یا حسنؓ تیرے باپ کو یہ گمان نہ تھا کہ خون خرابے کا معاملہ اس حد تک بڑھ جائے گا اور اب تو تیرا باپ یہ آرزو کرتا ہے کہ کاش تیرا باپ یہ سب کچھ پیش آنے سے بیس سال پہلے مر چکا ہوتا اور پھر آپ جب صفین سے واپس آئے تو آپ کا اندازِ کلام بالکل ہی بدل چکا تھا اور آپ کہا کرتے تھے کہ (لوگو) تم معاویہؓ کی حکومت ناپسند نہ کرو کیونکہ اگر تم حضرت معاویہؓ کو بھی گم کر بیٹھے تو تم دیکھو گے کہ سر اپنے کندھوں سے کس طرح اُڑتے پھرتے ہیں، اور یہ روایت حضرت علیؓ سے دو یا تین سندوں سے روایت ہے اور تواتر کے ساتھ ایسی روایات موجود ہیں کہ پیش آمدہ حالات و واقعات کو آپ ناپسند کرنے لگے تھے کیونکہ آپ دیکھ رہے تھے

کہ لوگوں میں سخت اختلاف پیدا ہو گیا ہے اور لوگ فرقوں میں بٹ گئے ہیں اور برائیاں بڑھ گئی ہیں اور شر کی بے حد کثرت ہو گئی ہے۔ اور اس سے نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ اگر حضرت علیؓ کو پہلے سے ان حالات کا علم اور اندازہ ہو جاتا۔ جو بعد میں فتنوں کی شکل میں سامنے آئے تو جو کچھ وہ کر چکے تھے ہرگز نہ کرتے۔ (منہاج السنت طبع اول مصر ص۲۱۴)

امام ابنِ کثیر کی تائید:

اور امام ابنِ کثیر نے بھی امیر المومنین حضرت علیؓ کی ندامت کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

ثُمَّ قَالَ اِلَى اللّٰهِ اَشْكُوْ عُجَرِیْ وَبُجَرِیْ وَ وَاللّٰهِ لَوَدِدْتُّ اِنِّیْ كُنْتُ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا الْیَوْمِ بِعِشْرِیْنَ سَنَةً۔ ص۱۴۱

میں اللہ تعالیٰ سے ہی اپنی پریشانیوں کی فریاد کرتا ہوں۔ اور اللہ کی قسم اب تو میں یہ آرزو کرتا ہوں کہ کاش آج کا دن آنے سے بیس برس قبل میں مر چکا ہوتا۔

ابن کثیر ص۲۳ اور ص۲۲ اور امام ابن کثیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت علیؓ جب صفین کی جنگ سے واپس آئے تو آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! تم حضرت معاویہؓ کی حکومت کو ناپسند نہ کرو کیونکہ اگر تم معاویہؓ کو گم کر بیٹھے تو تم دیکھو گے کہ سر اپنے کندھوں سے اس طرح گرتے ہیں جس طرح اندرائین اپنے درخت سے ٹوٹ کر گرتے ہیں یعنی بہت خون خرابے ہوں گے چنانچہ آگے چل کر ایسے ہی ہوا۔ چنانچہ حضرت معاویہؓ کی وفات رجب ۶۰ھ میں ہوئی اس کے بعد حادثہ کربلا اور حادثہ حرہ اور شہادت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور دوسرے بہت سے مقاتلے پیش آئے۔

غیر جانبدار اصحاب

اور غیر جانبدار اصحاب کے موقف کی تائید میں امام ابن حزم نے لکھا ہے کہ پہلے گروہ حضرت سعدؓ اور حضرت سعیدؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ جمہور صحابہؓ اور جمہور اہل سنت تھے۔ الفصل فی الملل والنحل ص۱۵۳ ج ۴) اور امام ابن تیمیہؒ نے منہاج السنہ ص۱۶ ج ۳ پر امام بخاری کے استاد امام اسحٰق بن راہویہ کی یہ روایت پوری سند سے نقل کی ہے کہ حضرت علیؓ نے عراقیوں کو فرمایا کہ تم شامیوں کو برا مت کہو۔ کیونکہ شامی سمجھتے ہیں کہ ہم نے ان کے خلاف بغاوت کی ہے یعنی دونوں گروہ ایک دوسرے کو باغی سمجھتے ہیں۔ یہی روایت امام ذہبی نے المنتقیٰ میں اسی سند سے ان ہی الفاظ میں نقل کی ہے۔

اور امام ابن عساکر نے بھی ان ہی راویوں سے ان ہی الفاظ میں نقل کی ہے۔ اور تہذیب تاریخ ابن عساکر میں بھی یہی

روایت ہوبہو ان ہی راویوں سے منقول ہے۔ "نقیب ختم نبوت" بابت ماہ جون ۱۹۹۰ء صفحہ ۱ پر مفصل مذکور ہے ناظرین لطفاً وہاں دیکھ لیں اور وہاں بھی مشہور سبائی مؤرخ ابوجعفر حمیدی تیسری صدی کے مؤرخ نے اپنی مشہور کتاب قرب الاسناد، طبع طہران صفحہ ۴۹ پر یہی بات لکھی ہے کہ دونوں فریق اپنے آپ کو حق پر اور دوسرے فریق کو باغی سمجھتے ہیں۔ یہ حوالے ہم نے مولانا محمد نافع صاحب کی کتاب رحماء بینہم صفحہ ۱۴۳ ج ۴ سے ان کے شکریہ کے ساتھ نقل کئے ہیں۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ!

قاضی صاحب کے والد کا فیصلہ

اسی طرح قاضی صاحب کے والد مولانا دبیر نے بھی "آفتاب ہدایت" میں صفحہ ۲۶۵ تا صفحہ ۲۷۵ پر لکھا ہے کہ دونوں فریق کی اجتہادی خطا تھی الخ۔ اس پر قاضی صاحب نے حق چار یارؓ میں ———— بڑا واویلا مچایا ہے کہ یہ حوالہ جنگ جمل کے متعلق تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علیؓ کے درمیان تھا۔ مگر قاضی دردولیش نے اس کو جمل اور صفین اور حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان بھی بنالیا۔

جواب ۱

ناظرین با تمکین!

خدارا فقیر کا مضمون پھر ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت طلحہ اور زبیر اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم متفقہ طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قصاص دلوانے کا مطالبہ ہی تو کرتے تھے۔ چلو حضرت معاویہؓ کو نکال دیجئے پھر دونوں فریقوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت طلحہؓ حضرت زبیر اور ان کے مقابلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خطا اجتہادی تو صاف واضح ہے۔ اور قاضی چکوالی اور دبیر صاحب کی مصدقہ ہے۔ اب قاضی صاحب چکوالی اپنے والد کے فرمان کے مطابق کیا حضرت علیؓ کی خطا اجتہادی ماننے پر تیار ہیں؟ (لایعنی ہیچ پیچ نہ کریں صحیح صاف اور واضح جواب دیں۔)

جواب ۲

یہی حال مولانا عبدالشکورؒ کے مضمون مندرجہ "النجم" کا ہے اس میں قاضی چکوالی نے یہ تیر نکالی ہے کہ یہ مضمون دبیر صاحب کا اپنا نہیں بلکہ مولانا لکھنوی کے "النجم" سے نقل کیا ہے۔ اب قاضی صاحب بتائیں کہ یہ مضمون مندرجہ آفتاب ہدایت دبیر صاحب نے اپنی تائید کے لئے نقل کیا ہے یا تردید کے لئے۔ اگر تائید کے لئے ہے، اور یقیناً تائید کے لئے ہی ہے تو پھر اس میں کیا فرق پڑتا ہے کہ مضمون النجم کا ہے اور دبیر صاحب کا نہیں۔ سب ناظرین کے سامنے تو مولانا دبیر کی آفتاب ہدایت ہے اور اس میں دبیر صاحب نے اپنی تائید میں یہ مضمون النجم لکھنؤ سے درج کتاب کیا ہے تو اب یہ تو وہی گندی سی کہاوت ہوئی کہ "گوہ نہیں بلی نے ہنگا ہے"۔ قاضی صاحب کس "چھو منتر" سے ناظرین کی آنکھوں میں خاک ڈال رہے ہیں اور ساتھ ہی فقیر کو ظاہری اور باطنی دونوں آنکھوں کا اندھا بھی قرار دے رہے ہیں۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۰۳) اور ہم فقیروں کا تماشہ

دیکھنے کے شوق میں از سر تا پا خود تماشا بن کر رہ گئے۔ بقول شاعر ع

تماشا خود نہ بن جانا تماشا دیکھنے والے

اب ہم اللہ تعالیٰ کی تائید سے چکوالی صاحب کے مضمون کو حسب وعدہ ابتدا سے لیتے ہیں۔

علامہ مفتی کفایت اللہ صاحب کی بات

چکوالی صاحب نے اپنے رسالہ کے ص۱۶ پر حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ رح کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ انہوں نے (یعنی حضرت معاویہ رض) نے یزید کے لئے بیعت لینے میں غلطی کی۔ الخ

جواب

چکوالی صاحب نے اسی ص۱۶ کی پشت ص۶۲ پر حضرت گنگوہی کا یہ اصولی فرمان نقل کیا ہے کہ "پس جواز لعن یا عدم لعن کا مدار تاریخ پر ہے"

تو اسی طرح یزید کے لئے بیعت لینے کی غلطی کرنے یا نہ کرنے کا مدار بھی تاریخ پر ہے اور چکوالی صاحب کے استاد اور مرشد حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے تاریخ سے ہی اسی مسئلہ کو بڑی تحقیق سے مکتوبات شیخ الاسلام ص۲۶۶ ج۱ پر بڑی تفصیل سے لکھا ہے چنانچہ تحریر فرماتے ہیں "ایک وہ شخص (یعنی حضرت معاویہ رض) جو کہ فقیہ الاسلام ہے حسب دعوات مستجابہ ہادی اور مہدی ہے "وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ" وغیرہ احادیث اور آیات کا مورد ہے۔ کیا وہ کسی مجاہر بالفسق والعصیان کو عالم اسلامی کی رقاب (یعنی گردنوں) اور اموال وغیرہ کا ذمہ دار کر سکتا ہے؟"

اب فقیر عرض کرتا ہے کہ جب اس عظیم رتبہ کے مالک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے یزید کو عالم اسلامی کے مسلمانوں کی گردنوں اور مال و دولت کا ذمہ دار بنا دیا تو صاف معلوم ہو گیا کہ حسب ارشاد حضرت مدنی رح حضرت معاویہ رض کی نگاہ میں یزید مجاہر بالفسق والعصیان تھا ہی نہیں ورنہ حضرت معاویہ رض یزید کو کبھی بھی ہرگز ہرگز مسلمانوں کی گردنوں اور مال و دولت کا ذمہ دار ہرگز نہ بناتے، اور اسی عبارت میں خود حضرت مدنی رح نے یزید کے متعلق یوں صفائی بھی لکھ دی ہے کہ:

"خود یزید کے متعلق بھی تاریخی روایات مبالغہ اور آپس کے تخالف سے خالی نہیں ہیں واللہ اعلم بالسرائر"

مکتوب مذکور بالا اور ان تاریخی روایات کے اس مبالغہ اور تخالف کے پوشیدہ اسرار کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور حضرت مدنی کی یہ پوری عبارت خود چکوالی صاحب نے اپنی کتاب "خارجی فتنہ" جلد اول ص۴۳۲ تا ص۴۳۵ پر بالکل ایسے ہی نقل کی ہے اور ہم نے بھی اسی کتاب سے لی ہے اور اس سے پہلے حضرت مدنی کی عبارت ص۱۸۷ کتاب ھذا پر منقول ہے اور قابل دید ہے۔ تو اب چکوالی صاحب بتائیں کہ حضرت مدنی علیہ الرحمۃ نے چکوالی صاحب کے پلے میں کیا چھوڑا ہے۔ اور کیا چکوالی صاحب اپنے استاد اور مرشد کی بات کو غلط کہتے ہیں یا کہ سکتے ہیں۔

فقیر کا المیہ

اس مضمون کی ابتداء میں چکوالی صاحب نے لکھا ہے کہ قاضی شمس الدین صاحب کا المیہ یہ ہے کہ نہ وہ اپنے استادِ حدیث مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ کے متبع ہیں اور نہ اپنے پہلے شیخ حضرت مولانا گولڑوی (مہر علی) شاہ صاحبؒ کی تحقیق کو مانتے ہیں ۔ اھ باختصار

معزز ناظرین نے فقیر کے استاذ حضرت مفتی صاحب دہلوی کے متعلق تو فقیر کا جواب پڑھ لیا ہے شیخ حضرت گولڑویؒ کی زندگی میں فقیر کی حضورؒ کی خدمت میں سات سال تک آمد و رفت رہی ہے اور بہت سی مجلسوں میں شمولیت کا شرف حاصل ہوا ہے ۔ لیکن صحیح بات یہی ہے جو مولانا حسین احمد قریشی نے لکھی ہے آپ لکھتے ہیں اور کیا خوب لکھتے ہیں :۔

"تاریخی حقائق اور شواہد کا میدان دوسرا ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ ایک بزرگ معارف الٰہیہ میں امام کامل ہو تو ان کی نگاہ قرن اوّل کے تاریخی واقعات پر بھی اتنی ہی وسیع اور عمیق ہو ۔ خود حضرت گولڑویؒ فنون عقلیہ کے بحرِ زخار تھے اور علوم نقلیہ کے سحاب مدرار تھے اور معارف اور اسرار کے امام تھے ۔ لیکن جب حضرت تاریخ کی طرف آئے تو سیدنا حضرت حسن مجتبیٰ کی تدفین کے سلسلے میں تحریر فرما دیا کہ اس وقت مروان خلیفہ تھا اس نے بزورِ شمشیر حضرت حسنؓ کو روضہ انور میں دفن نہ ہونے دیا ۔ بحوالہ ملفوظات مہریہ اُردو ص۱۴۳ حالانکہ اس وقت نہ حضرت مروان بن الحکم رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے ، نہ گورنر مدینہ منورہ ۔ خلیفہ تو خود حضرت امیر مُعاویہ تھے اور گورنر مدینہ منورہ حضرت سعید بن عاص عبشمی اموی تھے جنہوں نے حسب اعتراف حضور گولڑویؒ حضرت حسن کی نماز جنازہ پڑھائی تھی ۔ تو یہ سب سبائی خرافات ہیں جو سنیوں کی کتابوں میں داخل ہو گئی ہیں اور لطف یہ ہے کہ خود حضور گولڑویؒ کو یہ بھی یاد نہ رہا کہ خود سابقاً اپنی کتاب "شمس الہدایت" میں لکھا ہے کہ خود ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن ہونے کی آرزو کا اظہار کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہاں تو صرف میری (صلی اللہ علیہ وسلم) ابو بکر صدیقؓ ، عمرؓ اور عیسیٰ بن مریم کی جگہ ہے ۔ تین قبریں بن چکی ہیں ، چوتھی قبر آخر زمان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بنے گی ۔" بحوالہ رسالہ ، سید نصیر الدین شاہ نصیر گیلانی اور سادات بنو امیہ ۔ طبع مکتبہ ربانیہ مرکزی جامع مسجد موضع بھوئی گاڑ براستہ فار دقیہ ضلع راولپنڈی (شمس الہدایت طبع مصطفائی لاہور ۱۸۹۷ء ص۱۳۷) چکوالی صاحب نے فقیر کے استاد اور مرشد اوّل کے متعلق جس المیہ کا ذکر کیا ہے اس کا جواب تو فقیر نے دے دیا ہے لیکن چکوالی صاحب کا المیہ یہ ہے کہ حضرت مدنیؒ اُن کے استاد آخر بھی ہیں اور مرشدِ اوّل و آخر بھی اور حضرت مدنی نے یزید کی جو صفائی دی ہے کیا چکوالی صاحب بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں ؟

اور پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ :

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ

تو کیا حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی جو صفائی دی ہے اس کو چکوالی صاحب مانتے ہیں ؟ اور اگر ہم مانیں تو کیا چکوالی صاحب ہم کو بھی اجازت دیتے ہیں یا نہ ؟

اور پھر جب بعد کے متأخرین علماء کی آراء کا ان اکابر صحابہؓ کرام کی رائے سے تعارض واقع ہو جائے تو اصولاً ترجیح کس کی رائے کو ہوگی ؟ بینوا توجروا

حضرت مجدد الف ثانیؒ

بے شک حضرت مجدد الف ثانیؒ نے یزید کو فاسقوں کے زمرہ میں قرار دیا ہے اور مروجہ تاریخ کی بنا پر یہ ان کی مخلصانہ رائے مبارک ہے لیکن حضرات صحابہ کرام مذکورہ بالا کی رائے مبارک اور چکوالی صاحب کے استاد آخر اور مرشد اول و آخر کی جو رائے مبارک پہلے ذکر کی جا چکی اس کے متعلق چکوالی صاحب کیا فرمائیں گے ؟ جب کہ قرن اول کے جلیل القدر صحابہ کرامؓ کی رائے میں اور حضرت امام ربانیؒ کی رائے میں اختلاف ہے۔

حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ

چکوالی صاحب نے ص۶۵ پر فقیر سے مطالبہ کیا ہے کہ فقیر حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ کی تحریر پیش کرے جس میں یزید کی حمایت کرنے کی تصریح ہو۔ فقیر پوچھتا ہے کہ آپ کے والد صاحب نے علماء دیوبند کی جو دل آزار تکفیر کی تھی اور جس کی آپ نے کسی تحریری ثبوت کے بغیر خارجی فتنہ حصہ اول میں بے اختر لیسیا پوتی (صرف اپنی شہادت سے) کسی تحریری ثبوت کے بغیر کی ہے جب کہ بیٹے کی شہادت باپ کے حق میں کسی دو گواہ کے بغیر شرعاً مقبول نہیں تو کیا آپ بھی اپنے والد کی کوئی تحریر پیش کر سکتے ہیں۔

حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہم العالی فقیر کے مرشد اور پچاس برس کے رہبر ساتھی ہیں ہم اپنا معاملہ خود طے کر لیں گے مگر آپ بھی اپنے مرشد اول و آخر حضرت مدنیؒ کے ساتھ اپنا معاملہ طے کر دکھائیں کہ اس میں بہتوں کا بھلا ہوگا۔ فقیر کے اس مضمون کی ابتداء میں ص۲ اور آخر میں ص۳۶ پر غلط فہمی کی وجہ سے یوں چھپ گیا کہ یہ مضمون حضرت اقدس مولانا خان محمد صاحب کے ارشاد پر لکھا گیا ہے اس غلط فہمی کی تردید خود نقیب ختم نبوت ماہ اگست ص۶۵ پر آ گئی اور خود چکوالی صاحب نے اس کی عکسی نقل اپنے ماہنامہ "حق چار یار" ماہ اکتوبر میں یہ وضاحت شائع بھی کر دی لیکن چکوالی صاحب نے اضطراری غلطی سے فائدہ اٹھایا اور

چکوال اور خانقاہ سراجیہ کے اخلاق کا فرق

اپنی دراز قامتی کو مزید اونچا کرنے کے لئے کسی ضرورت داعیہ کے

بغیر لکھا کہ " حضرت مولانا خان محمد دارالعلوم عزیزیہ میں مجھ سے کتابوں میں پیچھے تھے اور یہ کہ وہ رمضان میں چکوال آئے " اس تراتڑ خانی کا مقصود اس کے سوا اور کیا ہے کہ میں علم میں بھی ان سے بڑا ہوں کہ حضرت صاحب خانقاہ سراجیہ سے چل کر میرے پاس رمضان میں دو سو میل کا سفر کر کے چکوال آتے ہیں جب کہ میں کبھی ان کے ہاں نہیں گیا۔ قبلہ حضرت صاحب کو یہ علم نہ تھا کہ چکوالی صاحب بالکل مرد میدان نہیں بلکہ وہ تو اکبرالٰہ آبادی مرحوم کے اس شعر کا صحیح مصداق ہیں۔

ع مذکر کے لئے ہی (HE) ہے
مؤنث کے لئے شی (SHE) ہے

مگر حضرت مخنث ہیں
نہ ہیؤں میں نہ شیؤں میں

چکوالی صاحب کو صرف ایک کام ہی آتا ہے کہ حق چار یارؓ کا نعرہ لگا کر صرف اپنی چاندی کھری کی جائے۔ چکوالی صاحب نے اپنی قامت درازی کے لئے مولانا خان محمد مدظلہم کا جو تذکرہ کیا ہے وہ کچھ ایسا ہی بنتا ہے۔" ایک شخص نے دوسرے سے وقت پوچھا! دوسرے نے گھڑی دیکھ کر کہا یہ میں نے مکہ سے خریدی تھی۔ اب دو بجے ہیں" مقصد یہ بتانا تھا کہ میں حاجی ہوں۔

افسوسناک بے لحاظی

اور چکوالی صاحب کی افسوسناک بے لحاظی بھی ملاحظہ ہو کر ص۶۶ پر لکھتے ہیں کہ رمضان ۱۴۰۱ھ میں مولانا خان محمد صاحب چکوال میں میرے پاس آئے تھے حضرت اقدس چکوالی صاحب کے بھیرہ اور دیوبند کے ہم مکتب بھی تھے، اور استاد بھائی بھی تھے۔ لیکن چکوالی صاحب جب کبھی ہرنولی ضلع میانوالی اپنے جلسہ پر جاتے ہیں تو خانقاہ سراجیہ شریف سے سڑک دو میل دور سے گزرتی ہے چکوال سے ہرنولی تقریباً دو سو میل تو ہوگا ہرنولی کے لئے چکوالی صاحب دو سو میل کا سفر کر سکتے ہیں کہ وہاں جانے سے چاندی کھری ہوتی ہے لیکن حضرت صاحب کو ملنے کے لئے دو میل کا سفر نہیں کر سکتے۔ کاش! یہی سوچ لیتے کہ نصف صدی کا "بچھڑا یار ملے گا"

کتاب دفاع حضرت امیر معاویہؓ کی تائید

رسالہ "حق چار یارؓ" کے ص۶۸ پر اپنے رسالہ "دفاع حضرت معاویہؓ" پر فقیر کی جو تقریظ نقل کی ہے وہ صحیح ہے لیکن وہ اس زمانہ کی ہے جب فقیر چکوالی صاحب کا گرویدہ تھا اور تردید سبائیت ورفض میں ان کو بہت بڑا مجاہد بے مثل تصور کرتا تھا ان ہی دنوں فقیر نے "دفاع حضرت

امیر معاویہؓ کے بہت سے نسخے قیمتاً منگوائے اور ذی علم حضرات میں مفت تقسیم کئے اور بہت مسرت سے ایک نسخہ امام اہل سنت حضرت علامہ سندیلوی صاحب کو تبصرہ کے لئے کراچی بھیجا چند دنوں کے بعد حضرت علامہ کا جواب آیا کہ :

معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کتاب "دفاع حضرت معاویہؓ" سرسری نگاہ سے دیکھی ہے ورنہ حضرت امیر معاویہؓ کی خطاء اجتہادی اور بغاوت صوری اور فسق یزید والا پرنالہ تو قاضی صاحب نے جہاں تھا وہیں رکھا۔ چنانچہ دونوں امور کے متعلق چند مقامات کی نشاندہی بھی فرمائی مثلاً صفحات ۴۰)، پر جس طرح غزوہ قسطنطنیہ کی حدیث "مغفورٌ لہم" کی توجیہات فاسدہ کر کے یزید غریب کو مغفرت اور جنت سے محروم کرنے کی مکروہ کوشش کی ہے۔ وہ چکوالی صاحب کی ایک یادگار سبائیانہ کوشش ہے۔ اس کے بعد فقیر اپنی تقریظ پر متاسف ہوا مگر تیر کمان سے نکل چکا تھا، بجز افسوس اب اور کیا ہو سکتا ہے لیکن سابقہ تعلقات کی بنا پر فقیر نے دوبارہ لکھنا مناسب نہ سمجھا۔

یا اللہ مدد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم،
من جاء بالحسنة فلہ عشر امثالھا
(القرآن)

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ
(الحدیث)

زیر تعمیر جامع مسجد
مدرسہ دار العلوم، حسین خیل پٹھان

مخیر حضرات مدرسہ و مسجد کی تعمیر کے اس کارِ خیر میں بھرپور حصہ لیں، دینی مراکز کو مضبوط کریں، تاکہ خدمت و اقامت دین کا مقدس فریضہ بہتر طور پر سرانجام دیا جا سکے!

خلافت راشدہ
خلیفہ بلافصل سیدنا ابوبکر صدیق
سیدنا عمر فاروق
سیدنا عثمان
سیدنا علی المرتضیٰ
سیدنا حسن مجتبیٰ
سیدنا معاویہ
رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

ترسیل زر کے لئے (۱) بذریعہ بینک ڈرافٹ یا چیک اکاؤنٹ نمبر ۹۰۲۰ یو بی ایل بھکر۔ ۲۔ بذریعہ منی آرڈر یا نقد دستی۔ یا درج ذیل پتہ پر بھیجیں!

خادم علماء دیوبند! حضرت مولانا غلام حسن خان، خطیب و مہتمم مدرسہ دار العلوم حسین خیل پٹھان، مقام و ڈاکخانہ چھینہ ڈگر، تحصیل و ضلع بھکر!

بے بُنیاد لوگوں کے نام

اسلام انہیں پسند ہے بنیاد کے بغیر
اولاد کی طلب مگر اجداد کے بغیر

گیہوں کی بالیاں نہ اُگیں کھاد کے بغیر
شیریں کا شہر جس طرح فرہاد کے بغیر

زنجیرِ عدل داد یا فریاد کے بغیر
جاپان و جرمنی کسی ایجاد کے بغیر

ایسا گلاب جس میں نہ خوشبو نہ رنگ ہو
شمشیر آب دار ہو فولاد کے بغیر

کرتے ہیں جس سے عشق نہیں نام اس کا یاد
کوفے کی داستان ہے بغداد کے بغیر

سوسائٹی سے جرم فنا ہو سزا نہ ہو
پیدا "نواسگان" ہوں، داماد کے بغیر

سیّد ضمیر جعفری

رپورٹ :۔ اختر خان

امریکی سفارتکار کا پُراسرار دورۂ ربوہ

مولانا اللہ یار ارشد کے انکشافات

گزشتہ دنوں امریکی قونصل مقیم لاہور رچرڈ میکی کی ربوہ آمد کی خبریں اخبارات کا موضوع خاص بنی رہیں، بلکہ علماء کی جانب سے اس کی مذمت کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ رچرڈ میکی ربوہ آئے تو انہوں نے ربوہ کے قریب چنیوٹ میں پیپلز پارٹی سے تعلق رکھنے والے ایک ایم پی اے کے ہاں رات قیام بھی کیا، باخبر ذرائع کے مطابق انہوں نے چنیوٹ میں اپنے قیام کے دوران جھنگ اور سرگودھا سے تعلق رکھنے والی بعض اہم مذہبی اور سیاسی شخصیات سے ملاقات بھی کی، بعض اطلاعات کے مطابق امریکہ اس وقت پاکستان میں موجودہ حکومت کی اسلام پسند اور خود انحصاری کی پالیسیوں کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے، اس لئے اس کی کوشش ہے کہ پاکستان میں مذہبی تصادم کرایا جائے اور اس کے لئے امریکی سرکار نے قادیانیوں کی مدد حاصل کرنے کا فیصلہ کیا ہے، کیونکہ ان کے پاس پورے ملک میں ایک منظم ٹیم بھی موجود ہے، جس سے ۸۴ء میں بھی وہ یہ کام لے چکے ہیں، قادیانی بھی امریکی سرکار کی طرح پاکستان میں شریعت کے نفاذ سے خوفزدہ ہیں، رچرڈ میکی صرف ربوہ ہی نہیں آئے بلکہ پورے ملک میں "اپنے دوستوں" سے ملاقاتوں میں مصروف ہیں، امریکی سفارتخانے کے ذرائع کے مطابق رچرڈ میکی امریکہ واپس جارہے ہیں اس لئے اپنے دوستوں سے الوداعی ملاقاتوں میں مصروف ہیں، اس سلسلہ کے بعض حقائق معلوم کرنے کے لئے ہم نے مجلس احرار اسلام کے مرکزی رہنما اور **مسجد احرار ربوہ** کے خطیب مولانا اللہ یار ارشد سے ملاقات کی۔

مولانا اللہ یار ارشد نے ۱۹۷۸ء میں جامعہ رشیدیہ ساہیوال سے درس نظامی کی سند حاصل کی اور ۱۹۷۹ء سے **مجلس احرار** اسلام سے وابستہ ہیں اور **مجلس کے شعبہ تبلیغ تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغ** بھی ہیں اور اب یہی ان کی زندگی کا مشن ہے۔ ۱۹۸۴ء میں ان کا ایک انٹرویو ہفت روزہ "تکبیر" میں شائع ہوا تھا، جس میں انہوں نے ایک ملک گیر سازش کا انکشاف کیا تھا، جسے بعد کے حالات نے ۱۰۰ فیصد درست ثابت کردیا تھا، اس لئے اس موقع پر بھی ہم نے ان سے رابطہ کیا۔

مولانا اللہ یار ارشد نے بتایا کہ رچرڈ میکی کی ربوہ آمد کے تین مقاصد ہیں۔

۱۔ قادیانیوں اور امریکی حکومت کے درمیان بعض اختلافات ختم کرکے قادیانیوں کو دوبارہ امریکی ویزے کے اجراء کی نوید سنانا۔

۲۔ قادیانیوں کی مالی امداد کی بحالی اور قادیانیوں کے موجودہ بجٹ کا خسارہ پورا کرنا۔

۳۔ پاکستان میں فرقہ وارانہ فسادات کرانے کے لئے قادیانیوں کی خدمات حاصل کرنا اور اس کے لئے مالی وسائل مہیا کرنا۔

امریکہ اور قادیانیوں میں اختلافات کی تفصیل بتاتے ہوئے انہوں نے کہا کہ کچھ عرصہ قبل ایک قادیانی جوڑے (میاں بیوی) نے امریکہ میں ایک بیمہ کمپنی سے ۳۰ لاکھ ڈالر کا بیمہ کرایا اور پریمیم کی پہلی قسط ۶ ہزار امریکی ڈالر ادا کرکے واپس پاکستان آگئے، یہاں آکر ربوہ میں ایک حادثہ میں خاتون کی ہلاکت کا ڈرامہ رچایا گیا، جس کی باقاعدہ تھانہ ربوہ میں ایف آئی آر درج کرائی گئی، خاتون کے شوہر نے امریکی بیمہ کمپنی کو ۳۰ لاکھ ڈالر کا کلیم بھیج دیا، جس پر بیمہ کمپنی نے اپنے طور پر تحقیقات کرائیں اور بالآخر ثابت ہوگیا کہ خاتون زندہ ہے، جس پر امریکی حکام نے قادیانیوں کے لئے ویزے جاری کرنے پر پابندی لگادی، لہٰذا اب وہ پابندی ختم کرنے اور تعلقات کی تجدید کی خاطر امریکی قونصل کو یہاں آنا پڑا۔

واضح رہے کہ امریکہ قادیانیوں کے لئے سماجی بہبود کے نام پر ہر سال معقول رقم فراہم کرتا ہے، لیکن اس سال تعلقات کی تجدید کی خاطر قادیانیوں کو زیادہ رقم فراہم کی گئی ہے، مجلس مشاورت (قادیانیوں کی تنظیم) کا اجلاس جس میں سالانہ بجٹ منظور ہوا، ماہ اپریل کے آخری ہفتہ میں ربوہ میں منعقد ہوا، بظاہر اس کی کارروائی کھلے عام ایوان محمود میں ہوتی ہے، لیکن اصل کارروائی رات کو قصر خلافت میں ہوتی ہے، جس کے بارے میں عام قادیانیوں کو بھی علم نہیں ہوتا۔

مولانا اللہ یار ارشد کے مطابق رچرڈ میکی کی آمد کا تیسرا اور سب سے اہم مقصد پاکستان میں بڑے پیمانے پر فرقہ وارانہ فسادات کرانے کے لئے منصوبہ بندی تھا، انہوں نے بتایا کہ امریکہ کو اس مقصد کے لئے پاکستان میں قادیانیوں سے بہتر کوئی اور آلۂ کار نہیں مل سکتا، ان کی پورے ملک میں شاخیں قائم ہیں۔ ۸۴ء میں بھی وہ فرقہ وارانہ فسادات کرا چکے ہیں، اس مقصد کے لئے انہوں نے پہلے ہی ربوہ میں ایک خصوصی سیل قائم کیا ہوا ہے جہاں "خدام

الاحمدیہ" کے جوانوں کو تخریب کاری کے علاوہ مختلف مذہبی روپ دھارنے کی تربیت دی جاتی ہے' اس مقصد کے لئے بھی رچرڈ میکی قادیانیوں کے "اسکیمِ خاص" فنڈ میں ایک بھاری رقم جمع کرا گئے ہیں' مجلسِ مشاورت کے اجلاس کے موقع پر مرزا طاہر کا ایک کتابچہ (پمفلٹ) تقسیم کیا گیا ہے' اس میں قادیانیوں سے بھی اپیل کی گئی ہے کہ "اسکیمِ خاص" میں زیادہ سے زیادہ فنڈ جمع کرایا جائے' تاہم پمفلٹ میں یہ نہیں بتایا گیا کہ "اسکیمِ خاص" میں جمع ہونے والے کروڑوں روپے خرچ کہاں کئے جائیں گے۔

مولانا اللہ یار ارشد نے بتایا کہ اگر حکومت پاکستان ربوہ کی جانب توجہ مبذول کرے اور لوگوں کو تحفظ فراہم کرے' تو غریب قادیانیوں کی ایک بڑی تعداد مسلمان ہونے کو تیار ہے' لیکن وہ اپنے بڑوں سے خوفزدہ ہیں' کیونکہ قادیانی۔منحرف ہونے والے قادیانیوں کو یا تو قتل کر دیتے ہیں یا ان کے خلاف حدود آرڈی ننس کے تحت جھوٹا مقدمہ درج کرا دیا جاتا ہے' مثلاً غلام دین عرب زمیندار ولد شہزادہ نے اسلام قبول کر لیا اور ریذیڈنٹ مجسٹریٹ ربوہ کی عدالت میں باقاعدہ قبولِ اسلام اور قادیانیت سے تائب ہونے کا بیان دیا' لیکن کچھ عرصہ بعد قادیانیوں نے اسے لنگر خانے میں قتل کر دیا اور اس واقعہ کو خودکشی کا رنگ دیا گیا۔ ربوہ کی مسلمان آبادی کے مطالبے کے باوجود قتل کا مقدمہ درج نہیں کیا گیا۔ اسی طرح بعض دیگر لوگوں کے مسلمان ہونے کی اطلاعات بھی ملی ہیں' جو خوف سے ربوہ چھوڑ کر کسی دوسرے شہر میں گمنامی کی زندگی گزار رہے ہیں۔

انہوں نے بتایا کہ اگر پولیس اور انتظامیہ قادیانیوں کی مرضی پر نہ چلے تو ایسے افسران پر الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ ان کی لڑکیوں کو چھیڑتے ہیں' وہ اپنی لڑکیوں سے ایسے بیانات دلواتے ہیں' تاکہ یا تو وہ افسران خود ہی بھاگ جائیں یا ان کی بلیک میلنگ کا شکار بن کر رہیں۔

یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ مولانا اللہ یار ارشد نے ۱۹۸۴ء میں فرقہ وارانہ فسادات کرانے کی قادیانی سازش کا انکشاف کیا تھا' لیکن کسی سرکاری ایجنسی نے اس کا نوٹس نہیں لیا تھا' حالانکہ بعد میں وہ درست ثابت ہوئی۔ اس بار پھر مولانا اللہ یار ارشد امریکہ اور قادیانیوں کی ملی بھگت سے تیار ہونے والی —— فسادات کی سازش بے نقاب کر رہے ہیں' دیکھیں سرکاری ایجنسیاں اس کے سدِباب کے لئے کیا اقدامات کرتی ہیں۔

مزید اطلاعات کے مطابق رچرڈ میکی نے ربوہ میں قادیانیوں کے قائم مقام خلیفہ مرزا منصور سے ملاقات کے دوران قادیانیوں کے خلیفہ مرزا طاہر سے بھی (بیرونِ ملک) ٹیلیفون پر کافی دیر بات چیت کی' ہمارے ذریعے کے مطابق انہوں نے کچھ دیر کے وقفہ سے دو مرتبہ مرزا طاہر سے بات چیت کی اور ان کی گفتگو کا دورانیہ آدھے گھنٹے سے زائد رہا۔ علماء اور عوام کے شدید احتجاج پر رچرڈ میکی نے ربوہ آمد پر پاکستانی عوام سے معذرت کی ہے' انہوں نے معذرت ربوہ سے ۱۵ کلو میٹر دور قلعہ میں اپنے اعزاز میں دیئے گئے ایک عشائیے سے خطاب کرتے ہوئے کی' یہ عشائیہ مسلم لیگی رہنما مہر ریاض احمد لالی کی جانب سے دیا گیا تھا' تاہم یہ معلوم نہ ہو سکا کہ رچرڈ میکی دوبارہ اس علاقے میں کیوں آئے ہیں' اگرچہ رچرڈ میکی کے مطابق وہ یہاں صرف معذرت کرنے آئے ہیں کیونکہ ان کے دورہ ربوہ سے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچی ہے' لیکن رچرڈ میکی اس سوال کا جواب نہ دے سکے کہ انہوں نے لاہور یا اسلام آباد میں پریس کانفرنس یا پریس ریلیز کے ذریعے معذرت کیوں نہ کر لی۔

معلوم ہوا ہے کہ رچرڈ میکی قادیانیوں پر ہونے والے نام نہاد مظالم کی بریفنگ اور قادیانیوں کے خلاف قائم مقدمات کی فہرست بھی اپنے ہمراہ لے گئے ہیں تاکہ انسانی حقوق کی تنظیموں سے ان کے حق میں آواز بلند کرائی جا سکے۔ یہ امر قارئین کے لئے دلچسپی کا باعث ہوگا' قادیانیوں کے خلاف اکثر مقدمات قادیانی خود ہی درج کراتے ہیں تاکہ مقدمات کی آڑ میں انہیں امریکہ' انگلینڈ یا کینیڈا میں پناہ حاصل ہو سکے۔ اثر رسوخ اور پیسے سے مقدمہ درج نہ ہو سکے' تو پرانی ایف آئی آر میں تحریف کر کے اس کی فوٹو کاپی سے کام چلا لیا جاتا ہے اور اب تو بعض مسلمان بھی قادیانی بن کر بیرونِ ملک جا رہے ہیں' اس سے ایک طرف تو قادیانی اپنے آپ کو مظلوم ظاہر کر کے دنیا بھر کی ہمدردی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں' دوسری طرف انہیں بیرونِ ملک قیام کی اجازت باآسانی مل جاتی ہے۔

قادیانیوں نے ہزاروں مسلم خاندانوں کو بے روزگار کرنے کا ایک منصوبہ بنایا ہے' جس پر کام جاری ہے۔ تفصیلات کے مطابق ربوہ میں واقع پہاڑی سلسلے پر پتھر توڑنے والے ہزاروں مسلمان مزدور آباد ہیں' جو اپنے مذہبی معاملات میں بھی بہت سخت ہیں۔ قادیانیوں کو یہ گوارا نہیں کہ یہ مسلم آبادی وہاں رہے' چنانچہ ایک طے شدہ منصوبے کے مطابق ایک جانب تو اخبارات میں اس پہاڑی سلسلے کو خطرناک علاقہ قرار دلوانے کیلئے مضامین شائع کروائے جا رہے ہیں' دوسری جانب اعلیٰ سطحی اثر و رسوخ کے ذریعے اسے خطرناک علاقہ قرار دلوانے کیلئے جدوجہد کی جا رہی ہے' اگر یہ علاقہ خطرناک قرار دے دیا گیا تو نہ صرف حکومت کروڑوں روپے سے محروم ہو جائے گی' بلکہ بلدیہ بھی ۱۰ لاکھ روپے کی سالانہ آمدنی سے ہاتھ دھو بیٹھے گی۔ ●

بہ شکریہ "تکبیر" کراچی ۲۰ جون ۱۹۹۱ء

محمد اشرف علی ناظم اطلاعات و نشریات
عالمی مجلس تحفظ حقوق اہلسنت و جماعت

محرم میں فسادات کیوں؟

ماہ محرم کے احترام کے پس منظر میں بڑی فکر انگیز یادیں پنہاں ہیں، مگر یہ مبارک مہینہ ہماری قومی زندگی کے لئے ہر سال ایک چیلنج بن کر آتا ہے، اس کے طلوع ہوتے ہی امن کمیٹیاں قائم ہوتی ہیں۔ انتظامیہ ہنگامی بنیادوں پر "متوقع خطرات" سے نپٹنے کی تیاریاں کرتی ہے۔ امن وامان بحال رکھنے کی ضرورت پر زور دیا جاتا ہے، اخبارات کے صفحات سیاہ کر دیئے جاتے ہیں کہ دیکھئے کوئی ایسا قدم نہ اٹھنے پائے جس سے کہ ہماری قومی زندگی کسی بحران سے دو چار ہو! مگر تقریباً ہر سال محرم الحرام میں ملک کے مختلف مقامات پر اشتعال، تصادم اور خونریز ہنگاموں کی آگ بھڑک اٹھتی ہے کئی قیمتی جانیں ضائع ہوجاتی ہیں اور منافرت و کشیدگی کی ہولناک صورتحال فروغ پذیر ہوتی رہتی ہے۔ ایسا کیوں؟

یہ سوال ہر ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ ماہ رمضان المبارک میں ایسا نہیں ہوتا، ربیع الاول میں یہ خونریز روایات قائم نہیں ہوتیں۔

تو محرم الحرام میں ایسا کیوں ہوتا ہے؟

ظاہر ہے یہ اس لئے پیدا ہوتا ہے کہ رافضی اور سبائی ٹولہ ماہ مبارک کو اپنے سیاسی عزائم کی تکمیل اور اپنی سیاسی قوت کے بھرپور مظاہرہ کے لئے استعمال کرتے ہوئے دوسروں کے اکابر کی پگڑیاں اچھالتا ہے، بے ہنگم جلوسوں میں خنجر، تلوار اور چھریوں یا آتشیں اسلحہ کی موجودگی قیام امن یا بھائی چارہ کے لئے تو نہیں ہوتی خنجر و تلوار سے زخم لگائے جاتے ہیں مٹائے تو نہیں جاتے۔

چنانچہ 98 فیصد آبادی پر بمشکل دو فیصد آبادی یلغار کرتی ہے۔ اسلام کے کچھ مقدس کرداروں کی محبت کی آڑ میں باقی تمام اساسی اور اسلام کے نمائندہ کرداروں، حضرات صحابہ کرام کو اشاروں، کنایوں، کبھی کبھی بالکل واضح بدزبانی کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور یہ سب کچھ پولیس کے مسلح پہرہ میں ہوتا ہے۔ اہلسنت و جماعت اس ملک کی واضح اکثریت ہونے کے باوجود یہ سب کچھ برداشت کرنے پر مجبور کر دیئے جاتے ہیں، کہ "رواداری ہونی چاہیئے، ہر شخص کو مذہبی آزادی کا حق ملنا چاہیئے صبر اور برداشت کا مظاہرہ ہونا چاہیئے" مگر یہ ساری تلقین نہتے اور شریف اہلسنت کے لئے۔ کوئی ان سے نہیں کہتا نہ ٹکلویوں عیاں ہو کر

نتیجہ آپ کے سامنے ہے کہ مذہب کی آڑ میں نکلنے والے ان خون آشام جلوسوں نے منافرت، تصادم اور بدامنی و فساد کا وہ ریکارڈ قائم کیا ہے کہ آج ہر شخص یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہے کہ انجام کیا ہوگا؟

گزشتہ سالوں میں مسلسل حسب سابق اندیشوں اور خطرات کے مہیب سائے محرم الحرام کے ساتھ آئے اور تخریب و ہلاکت کے ہولناک واقعات میں اضافہ کر کے چل دیئے۔ ڈیرہ اسماعیل خان، لیہ، مخدوم پور، چکوال، جھنگ، ڈیرہ غازیخان، لاہور اور ملک کے دیگر مقامات پر جو کچھ ہوا، وہ ہماری قومی تاریخ میں دردناک باب کا اضافہ ہے۔ درجنوں نہتے اور مظلوم مسلمانان اہلسنت کی جانیں لی گئیں اور سینکڑوں زخمیوں سے ہسپتال بھر گئے بعض

مقامات پر فوج کو مداخلت کرنا پڑی اور کرفیو تک نوبت آئی۔ ورنہ یہ خونریز واقعات کہاں تک لے جاتے یہ سب پر واضح ہے۔ ان تلخ تجربات کے تجزیاتی نتائج صرف اسی ایک نقطہ پر پہنچتے ہیں کہ۔ علاج صرف یہی ہے ملک کی 98 فیصد آبادی کے جمہوری اور اصولی استحقاق کو تسلیم کیا جائے اور اقلیتی آبادی کی طرف سے نکلنے والے ان خون آشام جلوسوں کو سڑکوں، شاہراہوں پر لاکھڑا کرنیکی خطرناک روش ترک کرکے انہیں اپنی عبادت گاہوں تک محدود کر دیا جائے۔ اگر ضروری ہو تو وفاقی شرعی عدالت میں یہ مسئلہ پیش کرکے اس کی شرعی حیثیت معلوم کرلی جائے کہ آیا مروجہ ماتمی جلوس قرآن وسنت، اقوال واعمال صحابہ و آئمہ کرام یا اسلام کے قرون اولیٰ سے اپنا کوئی شرعی جواز رکھتے ہیں۔ ایسے تمام لٹریچر پر فوری پابندی عائد کر دی جائے جس میں اکابر اسلام، حضرات صحابہ واہلبیت کی شان میں گستاخی کا مواد موجود ہو۔

پاکستان میں اتحاد ورواداری کی دہائی دیکر اپنے فرقہ وارانہ کردار کی ترویج واشاعت کرنے والوں کے لئے ایران کی اکثریتی آبادی کے معیار کو بنیاد بنایا جائے، وہاں اس نے 40 فیصد اہلسنت وجماعت کو کیا حقوق دیئے ہیں۔

کیا وہاں اہلسنت کے بچوں کو تعلیمی اداروں میں جداگانہ نصاب دینیات کا حق حاصل ہے؟

کیا ایران میں یوم صدیق اکبر، یوم فاروق اعظم، یوم عثمان غنی، یوم امیر معاویہ منانے کی اجازت ہے؟

کیا تہران کے 20 لاکھ مسلمانان اہلسنت کو چھوٹی سی مسجد بنانے کی اجازت دی گئی ہے؟

کیا وہاں کے دستور میں کسی سنی مسلمان کے برسراقتدار آنے کی گنجائش ہے؟ اگر نہیں ہے اور یقیناً ایسا نہیں ہے تو پاکستان میں اس معیار کو تسلیم کرنے سے گریز کرنا انصاف وعدل کے سراسر منافی ہوگا

****

شیزان کی تمام مصنوعات کا بائیکاٹ کیجئے!

یاد رکھئے! ہم مسلمان ہیں اور مرزائی کافر مرتد!

ہم اگر اُن کی مصنوعات استعمال کریں گے تو وہ ہمارے سرمائے سے ہمارے خلاف اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے آسانیاں پائیں گے،

فیصلہ آپ نے کرنا ہے۔ بائیکاٹ یا ـــــ؟

آئیے۔ اللہ کی رضا اور اجر حاصل کیجئے۔!

ہمارے دینی ادارے اور مستقبل کے منصوبے

مسلمان توجہ فرمائیں

★ — مجلسِ احرارِ اسلام دینی انقلاب کی داعی ہے۔ دینی انقلاب — دینی مزاج اور دینی ماحول پیدا کیے بغیر ممکن نہیں۔ ۱۹۲۹ء سے آج تک احرار نے بیسیوں تحریکوں کو جنم دیا اور پروان چڑھایا۔ احرار کی سب سے بڑی، مضبوط اور زندہ تحریک **تحریکِ ختمِ نبوّت** ہے۔

★ — پاکستان سے پہلے اور پاکستان کے بعد احرار نے سینکڑوں دینی ادارے قائم کیے جن سے اُمّتِ مسلمہ میں دینی مزاج عام اور دینی قوتوں میں اضافہ ہوا۔ اکابرِ احرار نے ایک بات شدّت سے محسوس کی کہ جب تک دینی ادارے بنیادی طور پر احرار کی نگرانی میں نہیں چلتے اُس وقت تک یکجہتی پیدا ہونا مشکل امر ہے۔ لہٰذا ہم نے اُمّتِ مسلمہ کے تعاون سے اندرون و بیرونِ ملک دینی ادارے قائم کئے ہوئے ہیں جن کی مختصر تفصیل یوں ہے:

- ★ مدرسہ معمورہ —— مسجدِ نور، تغلق روڈ ملتان ——
- ★ مدرسہ معمورہ —— دارِ بنی ہاشم، پولیس لائنز روڈ ملتان۔ فون: ۴۲۸۱۳
- ★ مدرسہ محمودیہ معمورہ —— ناگڑیاں ضلع گجرات ——
- ★ جامعہ ختمِ نبوّت —— مسجد احرار متصل ڈگری کالج ربوہ۔ فون نمبر: ۸۸۶ ——
- ★ مدرسہ ختمِ نبوّت —— سرگودھا روڈ ربوہ —— ——
- ★ دارُالعلوم ختمِ نبوّت —— چیچہ وطنی۔ فون نمبر: ۲۹۵۳-۲۱۱۲ ——
- ★ مدرسہ ابوبکر صدیق —— تلہ گنگ ضلع چکوال ——
- ★ یُوکے ختمِ نبوّت مشن —— (ہیڈ آفس) گلاسگو، برطانیہ ——

یہ ادارے سرگرمِ عمل ہیں۔ ان کے اخراجات اور آئندہ کے منصوبے، مسجد احرار ملتان، مدرسہ معمورہ کے بڑھتے ہوئے کام کے پیشِ نظر زمین کی خرید اور تعمیرِ نو، دفاتر کا قیام، بیرونی ممالک میں مبلّغین کی تعیناتی اور اداروں کا قیام، پچاس کتابوں کی اشاعت —— یہ تمام کام اُمّتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تعاون سے ہوگا۔ یہ کام آپ ہی نے کرنا ہے۔

تعاون آپ کریں دُعا، ہم کرینگے اور اجر اللہ پاک دینگے — آئیے، آگے بڑھئے اور اجر کمائیے

سیّد عطاءُ المحسن بخاری مدیر مدارس التحفیظ والمساجد
دارِ بنی ہاشم ○ پولیس لائنز روڈ ○ ملتان
ترسیلِ زر کے لئے: اکاؤنٹ نمبر: ۲۹۹۳۲ حبیب بنک لمیٹڈ حسین آگاہی ملتان

Monthly

NAQEEB-E-KHATM-E-NUBUWWAT

Regd No. L8755. Ph: 72813 Multan

Vol. 2 No. 7

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ

جامع مسجد ختمِ نبوّت

دارِ بنی ہاشم — مہربان کالونی — ملتان

زیرِ اہتمام۔ تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوّۃ (شعبۂ تبلیغ) عالمی مجلس احرارِ اسلام پاکستان

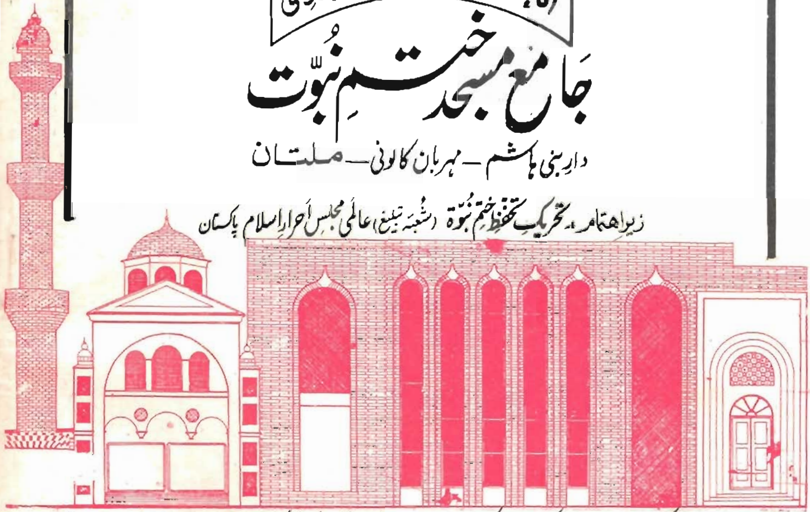

مسجد کی چھت مکمل ہو چکی ہے بقیہ تعمیر کی تکمیل میں بھرپور حصہ لیں، نقد یا سامانِ تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون فرمائیں۔

ترسیلِ زر کے لئے

ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری

دارِ بنی ہاشم۔ مہربان کالونی۔ ملتان

اکاؤنٹ نمبر: ۲۹۹۳۲، حبیب بینک حسین آگاہی ملتان